مسلسل اشاعت کا اکیسواں
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ
ماہنامہ
معارفِ رضا
کراچی
MAARIF-E-RAZA KARACHI.
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا پاکستان

* علا
* الحا
* علام
* مَـ
* حَـ
* ربـ
* حَـ

سید
محم
شیخ

هدیہ فی ش

بیرونی ممالک =

نوٹ: ر

ماہنامہ حار

فون:- (

(پبلشر

محقق اہل سنت ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

مسلسل اشاعت کا اکیسواں سال

شمارہ (32) شوال المکرم 1421ھ جنوری 2001ء

زیرِ سرپرستی
پروفیسر
ڈاکٹر محمّد
مسعود احمد
ایم اے ۔ پی ایچ ڈی

ادارہ

مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری
مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
نائب مدیر: اقبال احمد اختر القادری

مشاورت

* علامہ تراب الحق قادری
* الحاج شفیع محمّد قادری
* علامہ ڈاکٹر حافظ عبد الباری
* منظور حسین جیلانی
* حاجی عبد اللطیف قادری
* ریاست رسول قادری
* حاجی حنیف رضوی

سرکولیشن و اشتہارات

سید محمد خالد القادری
محمد فرحان الدین قادری

کمپوزنگ

شیخ ذیشان احمد قادری

مشمولات

ھدیہ فی شمارہ =/10 روپیہ سالانہ =/120 روپیہ
بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ =/300 ڈالر
نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام
"ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں چیک قابل قبول نہیں

رابطہ: 25 - جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489
فون:- 021-7725150 - 092 - ، اسلامی جمہوریہ پاکستان (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر، مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی - آئی - چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کیا)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

عید مبارک
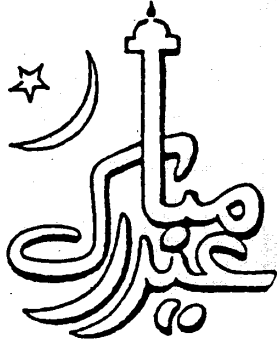
اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

قارئین کرام!

ابھی ابھی ہم پر رمضان المبارک کا رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ سایہ فگن رہا ہے جس کی برکات سے ہم مستفیض ہوئے۔ اس ماہ مبارک میں وہی کامیاب رہا جس نے تزکیہ نفس کیا اور تقویٰ اختیار کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"**قدافلح من تزکیٰ وذکر اسم ربہ فصلی**" (الاعلیٰ: ۸۷: ۱۴، ۱۵) یعنی: بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا، اور اپنے رب کا نام لیکر نماز پڑھی۔

اس آیۂ کریمہ کی تشریح میں سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی، پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہوئے کہ جس کو زکوٰۃ ادا کرنے اور ایمان وتقویٰ کو گناہوں سے پاک رکھنے کے توفیق مل گئی وہ خوش نصیب ہوگیا اور جس نے تزکیہ نہ کیا یعنی زکوٰۃ نہ دی اور گناہوں سے اپنے اعمال کو پاک نہ رکھا اس کے لئے کوئی فلاح نہیں۔

اے رمضان المبارک کے مہینے تجھ پر سلام! اے ایمان کے مہینے تجھ پر سلام، نزول قرآن وتلاوت کے مہینے تجھ پر سلام، ماہ انوار وبخشش ومغفرت تجھ پر سلام، اپنے حبیب ﷺ کے صدقے الٰہی ہم کو بھی ان لوگوں میں شامل فرمادے جن کے روزے اور نمازیں تو نے قبول فرمائی ہیں۔ اور جن کی برائیوں کو تو نے نیکیوں سے بدل دیا ہے اور جن کو تو نے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمایا اور ان کے مراتب کو بلند فرمایا یا ارحم الراحمین!

رمضان المبارک کے بعد شوال المکرّم کا مہینہ ہے جسے ماہ فطر بھی کہتے ہیں یہ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے رمضان المبارک کے مہینے میں صرف اللہ کی رضا کی خاطر روزہ رکھے، تلاوت وسماعت قرآن کریم کی سعادت حاصل کی، زکوٰۃ وخیرات دی، عبادات میں مشغول رہے اور تقویٰ اختیار کیا، ایسے تمام لوگوں کے لئے، شوال المکرّم کا مہینہ انعام واکرام کا مہینہ ہے۔ اس کا پہلا دن یعنی یکم شوال ان کی عید کا دن اور گناہوں سے مغفرت کا دن ہے۔ عید کو عید اسلئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دن اپنے بندوں کو بار بار فرحت وشادمانی سے نوازتا ہے اس طرح ''عید''، ''عود'' سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں منافع، اسلئے کہ آج کے دن اللہ رحمٰن ورحیم کی طرف سے بندہ کو منافع، انعامات واکرامات حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایک حدیث شریف میں شب عیدالفطر کا نام ''شب جائزہ'' (یعنی انعام کی رات) آیا ہے۔ عید کے دن بارگاہ الٰہی میں اظہار تشکر کا دن ہے آج کے دن جو لگ لہو ولعب، منہیات ومنکرات اور ناچ گانے میں مبتلا ہونے کو عید کی خوشیوں کے اظہار کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ ماہ رمضان المبارک میں حاصل کی ہوئی اپنی نیکیوں کو چند لمحوں میں نہ صرف برباد کردیتے ہیں بلکہ اپنے اس عمل سے اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور ان کی ناراضگی کا موجب بنتے ہیں۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''عید منانے کا اسلامی تصور کیا ہے'' اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''عید میں عمدہ اور اچھا لباس پہننے، عمدہ اور لذیز کھانا کھانے، حسین عوتوں سے معانقہ کرنے، اور لذت و شہوات سے لطف اندوز ہونے سے عید نہیں ہوتی ہے، بلکہ مسلمان کی عید ہوتی ہے طاعت و بندگی کی علامات کے ظاہر ہونے سے، گناہوں اور خطاؤں سے دوری سے، سیّئات کے عوض حسنات کے حصول سے، درجات کی بلندی کی بشارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلعتیں، بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے سے، نور ایمان سے سینہ کی روشنی، قوت یقین، اور دوسری نمایاں علامات کے سبب دل میں سکون پیدا ہوجانے سے، علوم وفنون اور حکمتوں کا دل کے اتھا سمندر سے نکل کر زبان پر رواں ہوجانے سے، عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں''

اس سلسلے میں امیر المومنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بڑا خوبصورت ارشاد فرمایا ہے فرماتے ہیں کے:

''کہ ہر وہ دن ہمارے لئے عید کا دن ہے جس دن ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں''

لہذا ان ارشادات کی روشنی میں ہر صاحب عقل وشعور کے لئے مناسب وزیبا رویہ یہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے صوم یعنی روزوں کے اسلامی فلسفے پر نظر رکھے یعنی ''لعلکم تتقون'' (تاکہ تم تقویٰ والے ہوجاؤ) عید کے ظاہر پر نظر نہ کرے بلکہ اس کی روح اور باطن کو سمجھے۔ اگر ہم اس فکر کو اپنالیں تو وہ دن دور نہیں کہ مسلمان ایک باکردار، باشعور اور باغیرت قوم کی حیثیت سے اقوام عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرلیں۔

☆☆☆

۱۰ رشوال المکرّم کو عظیم عبقری شخصیت، مجدد ملت حاضرہ، امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا یوم ولادت ہے۔ آپ ۱۰ رشوال المکرّم ۱۲۷۲ھ/۱۴ رجون ۱۸۵۶ء کو یوپی کے شہر بریلی شریف میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۶۸ رسال علم وعرفان اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی روشنی بکھیرنے کے بعد اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ عالی میں واپس تشریف لے گئے۔

امام احمد رضا نے اپنی ولادت باسعادت کی تاریخ اس آیت کریمہ سے استخراج کی:

''اولئك كتب فى قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه''

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی)

دیکھا جائے تو ان کی کتاب زندگی کا ورق ورق اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں:

''بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلادی گئی ہے، بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا ''لا الہ الا اللہ'' دوسرے پر لکھا ہوگا ''محمد رسول اللہ'' جلاجلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور بحمد اللہ ہر بدمذہب پر فتح پائی''

ایمان کی اس پختگی اور عقیدے کی مضبوطی کی بناء پر انہوں نے تمام عمر اللہ تبارک وتعالیٰ اور سید عالم ﷺ کی بارگاہوں کے گستاخوں کی بیخ کنی میں بسر کی، ایسا شخص بھلا احتمال کے درجہ میں بھی ان مقدس بارگاہوں میں گستاخی کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ وہ چودھویں صدی ہجری کے وہ یکتائے روزگار عالم دین ہیں کہ جس کی تبحر علمی، وسعت اطلاعات، قوت استدلال اور کثرت تصانیف میں ان کے ہم عصروں سے لیکن آج تک عالم اسلام میں کوئی ان کا مدمقابل دکھائی نہیں دیتا۔ ستر سے زیادہ علوم وفنون، قدیمہ وجدیدہ میں ان کی ایک ہزار سے زیادہ تصانیف اس حقیقت پر شاہد عادل ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے جو کچھ لکھا محض رضائے الٰہی اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی خوشنودی کی خاطر لکھا، یہی وجہ ہے کہ صاحب ثروت مریدوں اور عقیدتمندوں کے ہوتے ہوئے ان کی تصانیف مکمل طور پر آج تک شائع نہ ہوسکیں کیونکہ غیرت ایمانی نے گوارہ نہ کیا کہ اپنی تصانیف کی اشاعت کے لئے ''اہل دول'' کی خوشامد یا ثناخوانی کریں، ایک مرتبہ نانپارہ اسٹیٹ کے نواب صاحب نے حضرت محدث بریلوی کو یہ پیغام بھیجوایا کہ اگر وہ ان کو مدح میں ایک قصیدہ لکھ دیں تو ان کی تصانیف کی اشاعت اور دارالعلوم کے اخراجات کا بندوبست کردیا جائے گا۔ آپ نے اس کے جواب میں ایک مرصع نعتیہ قصیدہ لکھ کر بھیجوادیا، جس کا مقطع یہ ہے ؎

کروں مدح اہل دول رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا   میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی اخلاص فی الدین کو ضائع نہیں فرماتا۔ یہ ان کے اخلاص کی ہی برکت ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی شہرت میں اضافہ ہورہا ہے اہل قلم واہل علم ان کی نگارشات اور ان کے علمی کارناموں کی طرف متوجہ ہورہے ہیں اور دنیا کی ۲۵ر سے زیادہ یونیورسٹیوں میں ان پر تحقیقی کام ہورہا ہے۔

امام صاحب نے دینی خدمات کے علاوہ سیاسی ومعاشی اور ملی سطح پر بھی مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ وہ نظریہ پاکستان (دوقومی نظریہ) کے اولین مبلغین میں سے ہیں۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے ان کے مریدین اور متوسلین علمائے اہل سنت کی ناقابل فراموش خدمات ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان اور علمائے اہل سنت کی یہ خدمات اور کارنامے اس قابل ہیں کہ ہر سال ان کا یوم ولادت اور یوم وصال پروقار طریقہ سے منایا جائے، علمی مجالس/سیمینار منعقد کریں۔ ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کی حیات اور کارناموں کو خالص تحقیقی وعلمی انداز اور تاریخی پس منظر میں قلمبند کرکے عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس سے جہاں عوام الناس خصوصاً نئی نسل کے علم وآگہی میں اضافہ ہوگا وہیں اہل علم وتحقیق کے لئے تشویق وترغیب کا سامان بہم ہوگا۔ تحقیق کے نئے باب کھلیں گے اور حقائق کی روشنی میں تاریخی فروگزاشتوں اور بدیانتیوں کا ازالہ ہوگا اور تاریخ نویسی میں غیر جانبدارانہ نظریہ کو فروغ ملے گا۔

''محی الدین یونیورسٹی آزاد کشمیر میں امام احمد رضا چیئر''

اہل علم وفن اور محبان رضا کیلئے یہ خبر یقیناً مسرت کا باعث ہوگی کہ آزاد کشمیر کی ''محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریاں شریف'' میں ''امام احمد رضا چیئر'' کا قیام عمل میں آچکا ہے اس اہم اقدام پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان اور تمام عالم اسلام، یونیورسٹی کے چانسلر علامہ علاؤ الدین صدیقی اور وائس چانسلر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

''اسلام کا فلسفۂ عید''

قرآن کریم کے بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دیگر گذشتہ قومیں بھی عید منایا کرتی تھیں---کسی خاص دن خوشی منائی جاتی تھی---چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم بھی ایک دن خوشی (عید) منایا کرتی تھی اور شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں تین دن تک میلہ لگا کرتا تھا، جہاں لوگ ایک دوسرے سے اپنی خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم بھی ایک مخصوص دن عید منایا کرتی تھی---جس کو قرآن کریم نے ''یوم الزینۃ'' کے نام سے تعبیر فرمایا ہے---

ہر قوم کا خوشی منانے کا دن ہے اور عید منانے کا سب کا اپنا اپنا طریقہ---مگر یہ فخر صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے دیگر مذاہب کی طرح عید منانے کی بجائے اسے غیر مفید لہو ولعب سے پاک کر کے ایک خالص مذہبی رسم بنا دیا اور حکیمانہ توجیہہ کر کے اس کو نظام ملت کی ایک زریں کڑی بنا دیا، یہی وجہ ہے کہ اسلامی عید میں جسم عبیر وگلال کی رنگینیوں سے تو خالی رہتا ہے مگر دل ذکر الٰہی کی گل فشانیوں سے گلستاں بن جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ جسم کی بھی جائز حد تک آرائش ہوتی ہے---اسلامی عید بتاں باہوش اپنے اندر شراب و کباب کے جواز کیلئے کوئی وجہ نہیں رکھتی ---مگر---مگر ہاں---بادۂ الست کی مجلس طرب اور محبوب حقیقی کے ذکر و فکر کی محفل ضرور آراستہ ہو جاتی ہے---

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اسلام نے عید کی حکیمانہ توجیہہ کی جس سے وہ ایک مفید مذہبی رسم بن گئی---چنانچہ قرآن کریم میں اس حکمت کی جانب یوں اشارہ فرمایا گیا۔

لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔

گویا روز عید عطائے ربانی پر اظہار مسرت کا مبارک دن ہے---روزہ داروں کو انعام و اکرام ملنے کا دن ہے---چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

''جب عید الفطر کی رات (چاند رات) آتی ہے، ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے---فرشتوں سے فرماتا ہے، اے گروہ ملائکہ!......اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کر لیا (یعنی رمضان شریف کے تمام روزے پورے کر لئے) ---فرشتے عرض کرتے ہیں اس کو پورا اجر دیا جائے ---اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب (روزہ داروں) کو بخش دیا---

رمضان المبارک آیا---رحمتیں برکتیں لٹاتا چلا گیا

---لوٹنے والوں نے رب تعالیٰ عزوجل کی رحمت خاص کو خوب لوٹا---رمضان شریف کی برکات و سعادتوں سے اپنے دامن خوب بھرے---خوب جھولیاں بھرلیں---انوار و تجلیات سے اپنے دل کے تاریک گوشوں کو بھی خوب روشن کیا---

---اہل توفیق نے دامنِ رحمت و مغفرت تھام کر صیام و قیام اور ذکر و تلاوت سے اپنے ایمان کو جلا بخشی---توبہ و انابت کی سبیل میں غوطہ زن ہو کر قدسیوں سے قدم ملانے کی کوشش کی---کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان المبارک کی رحمت بھری راتوں سے لطف اندوز ہوئے---رحمت بھرے دنوں سے مستفیض ہوئے---

---ماہ مبارک کا حق ادا کیا---

---قرب و رضا کی منزلیں طے کیں---

---دن میں بھوک و پیاس کو برداشت کیا---

---راتوں کو طویل قیام کی سختیاں برداشت کیں---

---فرائض و واجبات اور سنن کے علاوہ نوافل میں بھی مشغول رہے---

---تزکیۂ نفس کیا---بلکہ نفس امارہ کا علاج کیا---

کبھی پہلے عشرہ میں رحمت کے طالب---تو دوسرے عشرہ میں مغفرت کی جستجو میں سرگرداں اور پھر آخری عشرہ میں جہنم سے آزادی کا پروانہ لینے کیلئے بیقرار---

---راتوں کو جاگے---

---ہزار مہینوں سے بہتر ''شب قدر'' کو تلاش کیا---

---مالک حقیقی کے حضور اشکوں کے نذرانے پیش کرتے رہے

---اپنی بداعمالیوں پر شرمندہ شرمندہ---عرق ندامت میں غرق ہو جاتے---

---اور---اور جب یہ بے قراری بڑھی تو---تو اپنے رب کی بارگاہ میں مستقل دن رات جا پڑے (معتکف ہو گئے) اور زبان حال سے عرض کیا کہ اب تو اسی وقت تیرے در سے جائیں گے جب تک مغفرت و بخشش کا پروانہ نہیں مل جاتا---

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے

اب تو غنی کے در پر بستر جما دیئے ہیں

رب کائنات غفور الرحیم کی رحمت کو جوش آیا (رمضان المبارک کا آخری عشرہ تو ویسے بھی جہنم سے آزادی کا ہے) تو اپنے محبوب مکرم ﷺ کی زبان حق ترجمان سے مغفرت و بخشش کا اعلان کروا دیا---چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''رمضان المبارک میں روزانہ افطار کے وقت اللہ تعالیٰ ایسے دس لاکھ (10,00000) افراد کو جہنم سے نجات عطا فرماتا ہے کہ جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان المبارک کا آخری دن آتا ہے تو یکم رمضان المبارک سے اس دن تک جتنے لوگ آزاد کیئے گئے ان سب کے برابر اور لوگوں کو جہنم سے آزاد کردیا جاتا ہے---'' (بیہقی شریف)

ایک جگہ اور فرمایا---

''جس طرح روزانہ افطار کے وقت روزہ داروں کو ایک گنا خوشی حاصل ہوتی ہے اسی طرح پورے ماہ کے افطار (شب عید) کے وقت زیادہ خوشی ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر خوشی اور حقیقی عید جب ہوگی کہ رب کائنات کا دیدار ہوگا---سبحان اللہ......!''

اس قدر انعام---اس قدر نعمت کہ اس کے آگے تمام نعمتیں ہیچ---تمام خوشیاں کم---تمام انعامات کم---یہ سب سے بڑا انعام ہے---بے شک انعام عظیم ہے---جس کو رب مل جائے اس کو اور کیا چاہیے---مگر یہ انعام و اکرام کس کے لئے---؟

کیا یہ سب کے لئے عام ہے---؟

نہیں---نہیں---!

ارے نہیں---ارشادات رسالت مآب ﷺ پیش نظر رہیں تو یہ بات بخوبی واضح ہے کہ یہ صرف وصرف اطاعت---تسلیم و رضا---تسلیم وانقیاد اور صبر و رضا کا انعام ہے اور---اور اس انعام کے حصول کی خوشی کا نام "عید" ہے---

اگر کسی نے صیام وقیام سے اپنی مغفرت کا سامان نہ کیا---ماہ مبارک کو پانے کے باوجود اپنے رب تعالیٰ عزوجل کو راضی نہ کیا---رمضان المبارک میں بھی عصیان وطغیان کو خیرآباد نہ کہا---توبہ و انابت اور تضرع و زاری کے ذریعے جہنم سے آزادی کا پروانہ حاصل نہ کیا---

اور---اور نہ ہی اس کی کوشش کی---

بلکہ کمال بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرائض واحکام خداوندی کی نافرمانی کی---

شیاطین تو مقید تھے مگر یہ ان کا سفیر بنا رہا---ایلچی بنا رہا---

اس کیلئے عید میں کوئی حصہ نہیں---ان کو کوئی انعام نہیں---ان کو کوئی خوشی نہیں---ان کیلئے کوئی خوشی کا پیغام نہیں---اور نہ ہی ان کے لئے مغفرت وجہنم سے آزادی---

ان کیلئے عید، عید نہیں---!

---انکے لئے تو وعید ہے وعید---رب کائنات کی ناراضگی کا اعلان ہے اعلان---ایک تنبیہ ہے---ایک وارننگ ہے۔

ہوش کرو ہوش---عقل سے کام لو---ٹھنڈے دل سے غور کرو---کیا کیا---کیا کر رہے ہو---!

آہ---! آج ہماری زندہ دلیوں نے اسلام کے اس سادہ نقش میں خوب رنگ آمیزی کی---روز روز کے رندان قدح خوار کا تو ذکر ہی کیا---وہ زاہدان خشک بھی جو سینما کی حشر انگیز لطف اندوزیوں سے ہمیشہ دور رہتے ہیں، اس دن عید کی خوشی کے بہانے کوئی نہ کوئی نئی فلم ضرور دیکھتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ خود بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی ساتھ بخوشی شریک کرتے ہیں---

افسوس---حیف صد حیف---!

یہ عام بات ہے---کوئی اس کو برائی تصور ہی نہیں کرتا---بہت سی محافل احباب میں اسی قسم کی دوسری دلچسپیوں کا اہتمام و پروگرام ہوتا نظر آتا ہے---ہر شخص علی قدر مراتب نزہت گاہوں---سینما گھروں---تھیٹروں اور اسی طرح کی دیگر تفریحوں سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے---گویا اس طرح لوگوں نے انعامات خداوندی پر اظہار مسرت کا ایک انوکھا طریقہ سوچا، کہ اس دن بھی خصوصیت سے نہایت اہتمام کے ساتھ وہ تمام کام کئے جانے لگے جن سے غضب الٰہی ٹھنڈا ہونے کی بجائے اور بھڑکے---ہم کس کے کہنے میں آگئے---

---ہم تو راہ بتانے والے تھے، خود ہی گمراہ ہونے لگے---

---کیا روشنیوں کے نقیب خود تاریکیوں میں ڈوبنے لگے---

---برائی سے روکنے والے خود ہی اس میں لگ گئے---

---ہم تو برائیوں سے روکنے آئے تھے---

---نیکیوں کا حکم دینے آئے تھے---

---یہ کیا کہ خود ہی نیکیوں سے دور ہونے لگے---

کیا عید کا دن ہمیں اس لئے ملا کر سال بھر تو گناہ کیلئے اب ان گناہوں پر جشن منایا جائے---؟

ارے نہیں نہیں---ہر گز نہیں---

بلکہ عید کا دن اس لئے ملا کہ ہم نیکیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والوں میں ہوں---چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے---

"تَأمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرْ"

مگر آج---آج ہمارے اعمال خود ہم پر خندہ زن ہیں، ہم کسی کی رہنمائی کیا کریں۔

رہنمائے غیر ہوتے تھے ہمارے نقش پا
رہنمائی کیسی ! اب خود ہی مٹے جاتے ہیں ہم

ہمارے لئے عید کیا---عید کی مسرت کیا---

عید ہمارے لئے کبھی پیغام مسرت لاتی تھی---مگر اب تو ہمارے مندمل شدہ زخم اور ہرے ہو جاتے ہیں---ہلال عید ہمارے لئے نشترِ غم بن جاتا ہے---

مگر ہلال عید تو ہمیشہ یوں ہی طلوع ہوا کرے گا اور عید اپنے اندر مسرتوں کا پیغام لاتی رہے گی کیونکہ یہ ایک اسلامی یوم مسرت ہے اور جب تک انشاء اللہ العزیز اسلام بلند رہے گا یہ یوم جشن---یہ یوم عید---یہ یوم مسرت ہر سال یونہی آئیگا--

جب یوم عید ہمارے لئے نہیں---تو کیا اس دن دل فریب کپڑوں کی جگہ ہم لباس غم زیب تن کرلیں---؟

محفل مسرت کی جگہ مجلس اعزاء مرتب کی جائے---؟

ترانۂ عید کی جگہ عظمت رفتہ کی مرثیہ خوانی کریں---؟

---کوئی مسلمان نہیں چاہے گا کہ "یوم عید" کو "یوم غم" بنادو---ماہ شوال کو ماہ محرم بنادو---مگر اتنا تو ہو کہ عید کی مصنوعی مسرت کو حقیقی خوشی میں بدلنے کی کوشش کی جائے اور وہ اسباب مہیا کئے جائیں جن سے عید حقیقی معنوں میں عید ہو جائے---یہ اسی وقت ہوگا جب پھر سے اہل اسلام کی مذہبی قوتیں بر سر عمل ہوں---مسلمان ننگ اسلام ہونے کی بجائے باعث افتخار عالم ہوں---

اپنی قوت عمل کی نگہداشت کر کے اسلام کو مزید طاقتور بنانا اور ثابت کرنا ہوگا کہ اسلام ہی وہ نظام عمل ہے جس سے ساری کائنات فلاح و آسائش میں ہو سکتی ہے---اسلام، اسلام فقط ایک خوشنما لفظ نہیں، ایک ایسا نظام عمل ہے کہ جس کے مطابق زندگی گزارنے والا خود خوشنما بن جاتا ہے اور پھر اس کی ہر خوشی حقیقی خوشی ہوا کرتی ہے---

انسان کو لہو ولعب سے رکنا، اپنے رب کی بارگاہ میں سربسجود رہنا، اپنے گناہوں پر پشیماں ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے کام کرنا اور پھر بالآخر رحمت الٰہی کا امیدوار بن جانا اور اس پر اظہار مسرت کرنا، یہی اصل عید ہے---یہی اسلام کا فلسفۂ عید ہے---

اھم اعلان

بعض حضرات کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے انہیں تین مرتبہ نوٹس کے بعد رسالہ بند کر دیا گیا ہے دوبارہ اجراء کیلئے جلد سے جلد از سر نو رکنیت حاصل کریں۔ (مدیر)

احمد رضا ہندی

بحیثیت شاعر و ادیب

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی
ترجمہ: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری*

صاحب طرز شاعر اور ادیب پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی مصر کے ادبی حلقوں کی مشہور و معروف شخصیت ہیں، جامعۃ الازہر سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''الازہر'' اور ہفت روزہ ''صوت الازہر'' میں مستقل لکھتے ہیں، منصورہ نامی شہر میں قائم الازہر یونیورسٹی کی برانچ ''کلیۃ اللغۃ العربیۃ'' کے سابق ڈین اور اس وقت جامعۃ الازہر کے تحت قائم ''مجمع البحوث الاسلامیہ'' کے ممبر ہیں، انہوں نے فاضل مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کے تھیسز برائے ایم فل ''الشیخ احمد رضا خاں البریلوی الہندی شاعراً عربیاً'' کا مطالعہ کرنے کے بعد پیش نظر مقالہ سپرد قلم کیا، مذکورہ تھیسز جامعۃ الازہر میں لکھا گیا۔

عرب دنیا میں ہندوستان کے بہت سے فاضل رہنماؤں کے نام مشہور ہوئے ہیں، انہیں ناموں میں سے علامہ، باحث، فقیہ، ادیب، امام احمد رضا خاں کا نام بھی ہے، لیکن ان کی یہ شہرت ان کے حالات، عظیم مواقف اور اپنے وطن میں ان کی دینی و سیاسی رہنمائی پر مشتمل نہ تھی، اس لئے عربی زبان کو ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو ان کے حوالے سے تفصیلاً گفتگو کرے، وہ اس قابل ہیں کہ ان کے حالات ذکر کئے جائیں اور ان کا چرچا عام ہو۔

فاضل مقالہ نگار (ممتاز احمد سدیدی ابن محمد عبدالحکیم شرف قادری) نے عرب قارئین کو اس امام کی عظمت سے آگاہ کرنا چاہا تو ان کی شخصیت پر بحیثیت (عربی) شاعر اور ادیب تھیسز پیش کیا، اگرچہ اس تھیسز کا محور عربی ادب ہے لیکن فاضل مقالہ نگار نے مقدمہ میں ان کے عہد میں (متحدہ) ہندوستان کے سیاسی، معاشرتی اور تعلیمی حالات کا تجزیہ کیا، پھر ان کی حیات مبارکہ میں اسلامی دنیا پر بالعموم اور ہندوستان پر آنے والے بحرانوں کے بارے میں بالخصوص آپ کی آراء اور سیاسی جہاد پر بھی روشنی ڈالی، علاوہ ازیں ان کے فکری رجحان کو بھی واضح کیا، یوں اس عظیم امام کی شخصیت کے خدوخال کو عربی زبان کے آئینے میں نمایاں کر دیا، بلا شبہ یہ کوشش عمدہ اور قابل تحسین ہے۔

ان کے عہد میں سخت آندھیاں چلیں، کئی فتنوں نے سر اٹھایا، دھوکہ دہی سے ہندوستان پر انگریزی قبضے، ترکی میں اسلامی خلافت کے خاتمے، تحریک ہجرت، تحریک ترک موالات کے حوالے سے متعدد واقعات ظہور پذیر ہوئے جنہیں الاستاذ ممتاز احمد سدیدی کے قلم نے ابتدا سے انتہا تک کھول کر رکھ دیا، اور انتہائی دیدہ ریزی سے ایسے واقعات کو بے نقاب کیا جو گوشۂ گمنامی میں تھے، مقالہ نگار مولانا کے کارناموں اور مواقف کا قائل اور مؤید ہے یہ بات قابل اعتراض بھی نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنا یہ مقالہ مولانا کے مضبوط ایمان، ان کی ٹھوس قوت، اور ان کے مواقف سے متاثر ہو کر محبت اور اخلاص سے لکھا ہے۔

مقالہ نگار نے فقط مولانا کی زندگی، ولادت، وطن، اخلاق، خاندان حرمین شریفین کی طرف ان کے سفر، ان کے اساتذہ، ان کی تدریسی خدمات، فتوی نگاری، تصنیف و تالیف، ادبی صلاحیت اور عربی زبان کے فروغ میں ان کی خدمات پر ہی قلم نہیں اٹھایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ امام صاحب کی عربی نعت اور بزرگان دین کی مدح کا ماہرانہ تحلیلی جائزہ لیا ہے، مثلاً سید ابوالحسن نوری، مولانا صالح کمال مکی، مولانا عبدالقادر بدایونی، حضرت عبدالقادر جیلانی، مولانا محمد رضا علی خاں نقشبندی، مولانا محمد نقی علی خان قادری اور حضرت معین الدین چشتی اجمیری، اور اسی طرح مقالہ نگار نے دنیا سے سفر کر جانے والے منتخب لوگوں کی یاد میں لکھے گئے ان (عربی) مرثیوں کی شرح کی جو امام صاحب کے شعری ملکہ راسخہ سے ظہور پذیر ہوئے۔

اسی طرح مقالہ نگار نے مولانا کے ان ھجو یہ اشعار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جو انہوں نے ان مخالفین کی ھجو میں لکھے جنہوں نے مسلک اہل سنت و جماعت سے انحراف کیا، ھجو نگاری اس وقت مذموم ہوتی ہے جب اس کے اسباب شخصی ہوں لیکن اگر یہ فن کج فکر یا غلط رجحان کی اصلاح کے لئے ہو تو اس وقت ھجو نگاری ایک علمی اور معاشرتی کردار ادا کرتی ہے، اور یہی مولانا کا عقیدہ ہے جس کی طرف وہ اپنی استطاعت کے مطابق دعوت دیتے ہیں۔

آخری باب میں پیش کیا جانے والا تحلیلی جائزہ بہت مکمل ہے کیونکہ وہ (امام احمد رضا خاں صاحب کی عربی شاعری) کے اسلوبی اور لسانی خصائص کی وضاحت پر مشتمل ہے، اور ہندوستان کے (عربی) شاعروں کے درمیان امام صاحب کے مرتبہ و مقام کا تعین کرتا ہے، اور یہ باب تقابلی جائزے کے حوالے سے بہت اہم ہے، اس باب میں مقالہ نگار نے سخت محنت کی ہے جس کا اثر اس باب کی سطر سطر سے عیاں ہے۔

اس عظیم انسان کے حوالے سے ایسا ہی ایک اور مقالہ ضروری ہے جو ان کی فقہی خدمات، فقہ میں ان کے اثر، ان کی فتوی نویسی اور رشد و ہدایت کے میدان میں ان کی خدمات کو منظر عام پر لائے، ہم امید کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا مقالہ نگار اس موضوع پر کام کرے گا، کیونکہ الاستاذ ممتاز احمد سدیدی کے موضوع کے تخصص نے اسے (امام احمد رضا خاں کی شخصیت کے) ادبی پہلو پر گفتگو تک محدود کر دیا تھا، اور یہی ایک پہلو تشنۂ تحقیق نہ تھا، اگرچہ مقالہ نگار نے اس ضمن میں ایسے عناصر کی طرف اشارہ کیا ہے جو تشریع کے حوالے سے ایک دوسرے مقالے کے لئے بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔

مقالہ نگار نے اپنا ادبی کردار ادا کر دیا ہے، اس نے اھل عرب کو ایسے ورثے پر مطلع کیا ہے جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے، مقالہ نگار اس ادبی خدمت کے باعث شکریہ اور بہت زیادہ تعریف کا مستحق ہے۔ مولانا مشتاق احمد شاہ الازہری نے ۱۹۹۸ء میں امام احمد رضا کی فقاہت پر ''الامام احمد رضا خاں واثرہ فی فقہ الحنفی'' کے عنوان سے تھیسز لکھ کر جامعہ ازھر سے ام۔فل کی سند حاصل کی ہے۔ مولانا ممتاز احمد سدیدی الازھری صاحب کو چاہیئے کہ ڈاکٹر رجب بیومی صاحب کی توجہ اس کے مطالعہ کی طرف دلائیں اور اس پر بھی ان کے تاثرات تحریر کروائیں۔ (ادارہ)

نے سخت محنت کی ہے

یسا ہی ایک اور مقالہ
ن کے اثر، ان کی فتوی
خدمات کو منظر عام پر
گار اس موضوع پر کام
ے موضوع کے تخصص
) ادبی پہلو پر گفتگو تک
تھا، اگر چہ مقالہ نگار
ہ کیا ہے جو تشریح کے
یاد فراہم کر سکتے ہیں۔
اکر دیا ہے، اس نے
، وہ اس سے پہلے نہیں
باعث شکریہ اور بہت
احمد شاہ الازھری نے
مام احمد رضا خاں واشرہ
ہ ازھر سے ام۔فل
ی الازھری صاحب کو
ں کے مطالعہ کی طرف
ائیں۔(ادارہ)

تیسری قسط

تصورِ پاکستان
پر
ایک تحقیقی جائزہ

مصنف : ڈاکٹر محمد مسعود احمد

رسالہ کا موضوع فقہ و سیاست ہے اس لئے داخلی شواہد پر بحث سے پہلے ہم جاننا چاہیں گے کہ قاضی عزیز الدین بلگرامی اور مولانا عبدالقدیر بدایونی کا علم فقہ میں کیا پایا تھا اور سیاست میں کیا مقام تھا۔ اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی ---- سب سے پہلے ہم ان دونوں بزرگوں کے سوانحی حالات کا ایک مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی

۱۔ آپکے جدامجد شاہ فضل الرسول، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ الاستاذ تھے۔(۴۶) آخری تاجدار مغل بہادر شاہ ظفر فقہی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔(۴۷)

۲۔ والد گرامی محبّ رسول شاہ عبدالقادر بدایونی جلیل القدر عالم تھے۔(۴۸) مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے آپ کی مدح میں منقبت لکھی ہے۔(۴۹)

۳۔ آپ کے اساتذہ میں حکیم برکات احمد ٹونکی اور مولانا سید عبدالعزیز (تلمیذ علامہ عبدالحق خیر آبادی) کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۵۱)

۴۔ عدالت عالیہ حیدر آباد دکن میں پندرہ سال مفتی اعظم کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کے فتاویٰ فقہ حنفی کا قیمتی خزانہ ہیں اس کے علاوہ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۰ء تک خانقاہ عالیہ قادریہ، بدایوں کے سجادہ نشیں بھی رہے۔(۵۳)

۵۔ تقریباً ۱۹۲۲ء میں مسئلہ ریاست حیدر آباد دکن پر لاہور میں خطبہ صدارت ارشاد فرمایا (۵۵) ۱۹۳۵ء میں مسئلہ فلسطین، مسجد شہید گنج اور دوسرے سیاسی و مذہبی امور پر مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے بدایوں میں خطاب فرمایا۔ اس کے علاوہ پورے ہندوستان اور فلسطین کا دورہ کیا۔ آپ کے عم محترم مولانا فیض احمد بدایونی نے انقلاب ۱۸۵۷ء میں آگرہ، دہلی، لکھنو اور بدایوں کے محاذوں پر جہاد کیا۔(۵۷)

۶۔ اسم گرامی "محمد عبدالقدیر" تھا جو زیر بحث رسالے کے صفحہ ۲ اور ۵۸ پر موجود ہے۔(۵۹)

۷۔ بدایوں کے رہنے والے تھے جہاں سے رسالے کا پہلا دوسرا اڈیشن شائع ہوا۔

قاضی عزیز الدین احمد بلگرامی

۱۔ آپ کے جدامجد کا حال معلوم نہیں۔

۲۔ والد ماجد کا نام قاضی عبدالولی تھا اس کے علاوہ کچھ نہیں معلوم۔(۵۰)

۳۔ آپ کے اساتذہ کا حال معلوم نہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ کسی عالم سے علوم دینیہ کی تحصیل کی یا نہیں۔ اتنا معلوم

ہے کہ بی-اے-کیا بعد میں ایل-ایل-بی- (۵۲)

۴۔ سہارنپور میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔ بعد میں کانپور میں اسٹنٹ ڈائریکٹر انڈسٹریز رہے، بھرت پور میں جوڈیشنل ممبر رہے اور آخر میں مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں خزانچی رہے۔ (۵۴)

۵۔ سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں ملازم رہے۔ طبعاً مسلم لیگی تھے۔ (۵۸) لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ عملی سیاست میں حصہ لیا یا نہیں۔ (۵۶)

۶۔ اسم گرامی قاضی عزیز الدین تھا جو زیر بحث رسالے میں کسی جگہ پر نہیں۔ اپنے بڑے بھائی کے نام سے رسالہ منسوب کیا جن کا نام "عبدالقدیر" بتایا جاتا ہے۔ نہ کہ "محمد عبدالقدیر"

۷۔ بلگرام کے رہنے والے تھے جو بدایوں سے مخالف سمت کافی دور واقع ہے۔ البتہ علیگڑھ رہے، جہاں رسالے کا دوسرا اڈیشن (جو حقیقتاً تیسرا اڈیشن تھا) ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔

اب ہم چند داخلی شواہد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:-

۱۔ پہلی بات تو یہ کہ زیر بحث رسالہ کا موضوع فقہ ہے جیسا کہ سرورق کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو پیچھے پیش کی گئی اور رسالہ کے مطالعہ سے اس حقیقت کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

یہ رسالہ کل ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے جس میں زیادہ سے زیادہ آخری ۴ صفحات تقسیم ہند کی تجویز سے متعلق کہے جا سکتے ہیں باقی ۵۴ صفحات گائے کی قربانی سے متعلق فقہیانہ اور فاضلانہ بحث پر مشتمل ہیں۔ گویا بنیادی طور پر یہ رسالہ کوئی اسکیم (۶۰) نہیں، بلکہ ایک شرعی فتویٰ ہے جس میں تقسیم ہند کی تجویز "ضمناً" آگئی ہے نیز رسالہ کا محرک سیاسی نہیں، خالصتہً مذہبی ہے۔ غالباً "ضمناً" ہونے کی وجہ سے تجویز قبول عام حاصل نہ کر سکی۔

زیر بحث رسالے میں فقہیانہ مہارت کے ساتھ آیات قرآنی، احادیث نبوی اور کتب فقہ سے استناد و استدلال کیا گیا ہے۔

مثلاً مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کیا گیا ہے:

☆ ابن عابدین محمد امین بن عمر (م-۱۲۵۲ھ)----رد المحتار علی الدر المختار

☆ ابوالحسن بن الحاج النیشاپوری (م-۲۹۱ھ)---الجامع الصحیح (مسلم شریف)

☆ الامام الحافظ بن عیسیٰ الترمذی (م-۲۷۹ھ)----الجامع الصحیح (ترمذی شریف)

☆ جلال الدین سیوطی (م-۹۱۱ھ) ----الجامع الصغیر----

☆ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی (م-۲۷۳ھ)----کتاب السنن (ابن ماجہ)

☆ ولی الدین الخطیب (م-۷۲۰ھ)----مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ وغیرہ وغیرہ

۲۔ دوسری بات یہ کہ رسالہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف اپنے علمی مقام و مرتبہ کا پوری طرح احساس رکھتا ہے اور بڑے وثوق کے ساتھ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جنہوں نے فقہ سے ناواقفیت کی بنا پر ہندوستان میں گائے کی قربانی موقوف کرنے کی حمایت کی۔ چنانچہ مصنف ایک جگہ مسٹر مشیر حسن قدوائی، مسٹر مظہر الحق، مولوی فضل الحسن حسرت موہانی، حکیم اجمل خاں، مولانا محمد علی جوہر، مولوی شوکت علی، مولوی عبدالباری فرنگی محلی وغیرہ حضرات پر تنقید

کرتے ہوئے اور ان کی تحاریر اور تقاریر سے دستاویزی ثبوت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"مندرجہ بالا اشخاص میں سے بجز مولوی عبدالباری صاحب کے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اصول فقہ سے کچھ بھی واقف ہو، اس لئے شریعت کی درگاہ میں ان کا شمار جہلا میں ہے، اور نہ دینی مسائل میں ان کا قول قابل اعتماد ہے نہ انکا فعل لائق تقلید"۔(۶۱)

اس وثوق ویقین کے ساتھ ایک مفتی وفقیہ ہی تنقید کر سکتا ہے، ایک ڈپٹی کلکٹر ایسی تنقید کر سکتا ہے اور نہ اس کو یہ حق پہنچتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قاضی عزیزالدین بلگرامی (جن سے رسالہ منسوب کیا جاتا ہے) طبعاً مسلم لیگی تھے (۶۲)----

ذیل میں ہم ایسے اقتباسات پیش کرتے ہیں جن میں مصنف نے فقیہانہ آن بان کے ساتھ صدر مسلم لیگ حکیم اجمل خاں کا تعاقب کیا ہے۔ ان اقتباسات سے ایک طرف تو ثابت ہوتا ہے، کہ رسالہ کا مصنف طبعاً مسلم لیگی نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسالہ کا مصنف کوئی عالم وفقیہ ہے، ڈپٹی کلکٹر نہیں۔

حکیم اجمل خاں نے اپنے خطبہ صدارت میں یہ تین باتیں ارشاد فرمائیں:-

☆ ہمارے مذہب میں قربانی سنت ہے۔(۶۳)

☆ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
اذا رایتیم هلال ذی الحجه و ارادا حدکم
ان یضحی بالشاة

یعنی رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب تم عید الاضحی کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی بکری کی قربانی کرنا چاہے۔(۶۴)

☆ اس کے علاوہ دوسری حدیث بھی سن لیجئے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام (ارواحنا فداہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ خیر الاضحیة ته الکبش۔(۶۵) (یعنی قربانی کے جانوروں میں بھیڑ بہتر ہے)

اب حکیم اجمل خان صاحب کے مندرجہ بالا ارشادات پر مصنف کا تعاقب ملاحظہ فرمائیں۔ اور یہ فیصلہ کریں کہ ایسی جرح و تنقید ایک عالم دین فقیہ و مفتی سے متوقع ہے یا ایک انگریزی خواں ڈپٹی کلکٹر سے:-

☆ سب سے پہلے فقہی غلطی ان کی یہ ہے کہ قربانی کو محض سنت بتلاتے ہیں حالانکہ جمہور ائمہ مذاہب مثلاً ابو حنیفہ، و محمد و زفر و الحسن اور ایک روایت سے ابو یوسف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اس کو واجب بتاتے ہیں کما فی الھدایہ:-

الاضحیته واجبة علی کل حر مسلم

اس میں شک نہیں کہ اس رکن کو سنت ابراہیمی بھی کہتے ہیں لیکن یہاں پر سنت کے معنی "طریقے" کے ہیں جو کسی وجوب کے منافی نہیں اور اس معنی میں امام ابو یوسف نے بھی اس لفظ کو استعمال کیا ہے جیسا کہ "فتح القدیر" کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے:-

قوله فانها(الاضحية) سنليكم لاينفى الوجوب لان السنته بى الطريقه فى الدين واجبه كانت اوغير واجبه۔(۶۶)

☆ حضرت ام سلمہ والی حدیث میں لفظ "شاۃ" کا اضافہ کر کے اپنے زعم میں بکری کی قربانی کی فضیلت ثابت کرنا چاہی ہے جو ہرگز ایک مسلمان کے شایان شان نہ تھا۔ اس حدیث

شریف کی اصل عبارت حسب ذیل ہے :-

عن ام سلمه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا رایتم هلال ذی الحجه واراد احد کم ان یضحی فلیمسك عن شعره واظفاره.

اس کے علاوہ ترمذی شریف میں بھی یہی روایت اس عبارت میں منقول ہے :-

عن ام سلمه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من رای هلال ذی الحجه واراد ان یضحی فلا یاخذن من شعره لامن واظفاره۔

ان تمام کتب میں "شاۃ" کا کہیں ذکر تک نہیں۔(۶۷)

☆ دوسری حدیث (خیر الاضحیه الکبش) بھی مجروح ہے جیسا کہ ترمذی کے ابواب الصید ولاضاحی کی اس عبارت سے ظاہر ہے :-

عن اماحه قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر الاضحیة الکبش وخیر الکفف الحله، هذا حدیث غریب و عفیر بن سعدان یضعف فی الحدیث.

اس حدیث کے ایک راوی عفیر بن معدان ہیں جن کے غیر ثقہ ہونے میں کچھ بھی کلام نہیں کمافی المیزان لاعتدال (مصری۔ جلد ثانی، ص ۲۳)۔

عفیربن معدان الحمصی الموذن ابو عائد عن عطا رفتاوی و سلیم بن عامر وعنه ابو الیمان والنفیلی و جماعته . قال ابوادود شیخ صالح ضعیف الحدیث قال ابو حاتم بکثر عن سلیم عن ابی امام بمالا اصل له قاله یحی لیس بشئی وقال مبرة لیس بثقه وقال احمد منکر الحدیث ضعیف۔(۶۸)

حکیم اجمل خاں کے ارشادات پر جرح و تنقید کے بعد گائے کی قربانی کی حمایت میں دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"جامع ترمذی سنن ابن ماجہ وغیرہ متعدد ایسی حدیثیں موجود ہیں جن کی بناء پر فقہاء کاملین، و حضرات ائمہ مجتہدین نے بھی گائے کی قربانی کی افضلیت تسلیم کی ہے۔ امام نووی شرح میں فرماتے ہیں :-

ومذ هینا ومذهب الجمهور ان افضل الانواع البدنه ثم البقر ثم الصنان ثم المضر

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ اپنی مشہور تصنیف غنیۃ الطالبین میں ارشا فرماتے ہیں :-

فافضلها الاجل ثم البقرثم الغنم

فتاویٰ عالم گیری میں ہے :-

والبقرة افضل من ست شیاة

یعنی گائے کی قربانی کا ثواب بکریوں کی قربانی سے چھ گناہ زیادہ ہے۔

فتاویٰ قاضی خان جو حنفی مذہب کی مشہور معتبر کتاب ہے اس میں بھی یہی ہے :-

والبقر افضل من الذکر من المعز

یعنی گائے خصی سے افضل ہے ----اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو گائے کی قربانی، اونٹ سے زیادہ افضل ہے۔(۶۹)

مندرجہ بالا فقہیانہ بحث و تنقید سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ رسالہ کا مصنف عالم و فقہیہ ہے نہ کہ انگریزی خواں ڈپٹی کلکٹر۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نہ صرف علوم دینیہ سے واقف تھے بلکہ عملی اور نظری سیاست پر بھی عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے مختلف سیاسی اجتماعات میں

شرکت فرمائی۔ مثلاً

☆ آل انڈیا نظام کانگریس منعقدہ، لاہور

☆ آل پارٹیز حجاز کانفرنس منعقدہ، لکھنو

☆ اجلاس جمیعت علماء کانپور منعقدہ، کلکتہ

☆ اجلاس مرکزی جمیعت علمائے ہند منعقدہ بدایوں

وغیرہ وغیرہ

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی تحاریر و تقاریر کے مطالعے سے بھی ان کی دینی اور سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے ہم یہاں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے ایک طرف سیاسی حالات پر ان کی گہری نظر کا پتا چلتا ہے تو دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی سیاسی و دینی بصیرت رکھنے والا انسان ہی مسٹر گاندھی سے خطاب کی صلاحیت رکھتا ہے۔

☆ وہ شخص جس کو سیاست ہند پر غور کرنے کا موقع ملا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ امور تو برائے بیت ہوتے ہیں اور حقیقی طور جو امور گورنمنٹ کی عام پالیسی میں اور بالخصوص ریاست ہائے ہند کی بابت تغیرات کے باعث ہوتے آئے ہیں، وہ اور ہی کچھ ہیں۔ یورپ کی پالیسی کے تغیر و تبدل کا راز جس میں مضمر ہے وہ اس کا استعمار ہے یہ مستعمرین تمام ایشیا پر بری طرح چھائے ہوئے ہیں اور طرح طرح سے اپنا مطلب حاصل کر رہے ہیں، کبھی ضعفاء کی دستگیری کے پردے میں، کبھی نیم متمدن اقوام کو متمدن بنانے کے بہانے سے اپنی حرص کو پورا کرتے ہیں(۷۰)

☆ میں آپ کے سامنے برطانوی حکومت ہند کی تاریخ نہیں پڑھوں گا، مجھے تو مختصر طور پر یہ دکھا دینا ہے کہ انگریزوں نے اپنے زمانہ حکومت میں دیسی ریاستوں کے ساتھ کیا کیا اور شروع سے آخر تک وہ کونسا نقطۂ اشتراک ہے جو کم و بیش ہر تغیر و تجدید معاہدہ کے وقت موجود تھا جس کو ہم برٹش ڈپلومیسی کا عنصر غالب سمجھیں۔ ہر انسان تھوڑے غور کے بعد آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ اگرچہ بظاہر اس تغیر و تبدل حال کے متفرق اسباب بتائے گئے ہوں لیکن ہر وقت ہر معاہدہ میں یورپین استعمار ظاہر و پنہاں اپنا کام کر رہا تھا۔(۷۱)

☆ یہ تو ظاہر ہے کہ انتہا پسند طبقہ ایجی ٹیشن کے نتائج سے کبھی نہیں ڈرتا مگر ایجی ٹیشن خود ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو کسی انسان کا مقصد ہو سکے۔ جنگ کے سوا جب چارہ ہی نہ ہو تو زبردست سے زبردست دشمن سے لڑنا ضروری ہو جاتا ہے لیکن جب تک صلح کا امکان ہو تو کمزور سے کمزور مخالف کو بھی دعوت جنگ دینا سخت حرام ہے۔(۷۲)

مندرجہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیر بحث تجویز کا پیش کرنے والا کوئی سرکاری افسر نہیں ہو سکتا بلکہ وہی ہو سکتا ہے جس نے عملی سیاست میں حصہ لیا ہے اور نظری سیاست سے بخوبی واقف ہے----اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے ڈاکٹر محمد اقبال سے ذاتی مراسم تھے۔(۷۳) جنہوں نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی۔

(باقی آئندہ)

حوالہ جات

(۴۶) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۱۴۔

(۴۷) محمد یعقوب بدایونی: اکمل التاریخ، حصہ دوم (۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء) مطبوعہ بدایوں، ص ۱۵۳تا۱۶۹۔

(۴۸) احمد رضا خاں، امام: حدائق بخشش، حصہ سوئم مطبوعہ بدایوں، ص ۳۲۔

(۴۹) رحمان علی، مولانا: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنو ۱۹۱۴ء

ص ۱۲۷۔

(۵۰) محمد ایوب قادری، پروفیسر: "تصور پاکستان کی ایک گم شدہ کڑی" مطبوعہ سہ ماہی "العلم" کراچی شماہ جنوری ۱۹۶۷ء ص ۵۰۔

(۵۱) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۰۔

(۵۲) سہ ماہی العلم (کراچی) جنوری ۱۹۶۸ء ص ۵۰۔

(۵۳) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی، ص ۲۰۔

(۵۴) سہ ماہی "العلم" کراچی شمارہ جنوری ۱۹۶۸ء ص ۵۰۔

(۵۵) جمال الدین مونس نظامی: مدیر اخبار "ذوالقرنین" "بدایوں، مکتوب محررہ ۲۳، اگست ۱۹۷۷ء۔

(۵۶) محمد عبدالقدیر بدایونی، مولانا: خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ مطبوعہ بدایوں ۱۹۳۵ء۔

(۵۷) (الف) محمد ایوب قادری، پروفیسر: "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء --- واقعات و شخصیات" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۵۵۶۔

(ب) محمد ایوب قادری، پروفیسر: "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد مولانا فیض احمد بدایونی" مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء۔

(۵۸) محمد عبدالقدیر بدایونی: خطبہ صدارت آل انڈیا نظام کانفرنس مطبوعہ بدایوں۔

(۵۹) محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء ص ۲،۵۸۔

(۶۰) پروفیسر محمد ایوب قادری نے زیر بحث رسالے کو "علی گڑھ اسکیم" سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے "بعض لوگ اس اسکیم کو بدایوں سے منسوب کرتے ہیں" (الزبیر ص ۲۴۸) رسالہ کے آخری پانچ صفحوں کے لئے تو یہ بات کہی جاسکتی ہے مگر پورے رسالے کے لئے نہیں۔ رسالہ کا پورا مضمون اسکیم کے تابع نہیں بلکہ اسکیم موضوع رسالہ کے تابع ہے۔ مسعود

(۶۱) محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام بحوالہ "اوراق گم گشتہ" ص ۳۶۴۔

(۶۲) مدیر اخبار "ذوالقرنین" بدایوں جمال الدین مونس نظامی نے اپنے مکتوب محررہ ۲۳ اگست ۱۹۷۷ء میں لکھا ہے کہ "بلگرامی صاحب کٹر مسلم لیگی تھے" ---- مسعود۔

(۶۳) محمد عبدالقدیر، مولانا: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، کراچی ۱۹۷۰ء ص ۱۸

(۶۴) ایضاً ص ۱۸

(۶۵) ایضاً ص ۱۸

(۶۶) ایضاً ص ۲۲

(۶۷) ایضاً ص ۲۳

(۶۸) ایضاً ص ۲۴

(۶۹) ایضاً ص ۲۵

(۷۰) محمد عبدالقدیر بدایونی، مولانا: خطبہ صدارت آل انڈیا کانفرنس، منعقدہ لاہور، مطبوعہ بدایوں ص ۴۔

(۷۱) ایضاً ص ۵۔

(۷۲) ایضاً ص ۳۵۔

کاروانِ عشق کا سالار

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری٭

امت مسلمہ عہد زوال کی پستیوں میں اتر رہی ہے---

عالم اسلام کے ہر افق پر نکبت و ادبار کے منحوس سائے پھیل رہے ہیں---کلیسا کے وارث صلیبی انتقام کے زہر میں بجھی تلواریں لئے ہر طرف بڑھ رہے ہیں---دنیا کو حریت و انصاف کی منزلوں سے ہمکنار کرنے والے مسلمان خود غلامی کی شب دیجور کی دہلیز پہ قدم رکھ چکے ہیں---

---مکمل طور پر برطانوی سامراج کے تسلط میں آچکا ہے---اور مسلمانوں کے دینی، علمی اور تہذیبی چراغ کی لو مدھم پڑنے لگی ہے یہ انیسویں صدی کے نصف آخر کا منظر ہے---اور اس منظر کے سارے رنگ افسردگی، اضطراب اور یاس و قنوط میں ڈوبے ہیں---پر وہ دیکھو---بریلی کی چھوٹی سے بستی میں اجالے کی ایک کرن پھوٹی ہے---اور ماں باپ نے اس شعاعِ نور کو ''احمد رضا'' کا نام دیا ہے---یہ ۱۸۵۶ء کا سال ہے---اور میں اسے تحریک عشق مصطفیٰ ﷺ کا جنم سال کہتا ہوں۔

لوگ کہتے ہیں---اور سچ کہتے ہیں کہ---یہ بچہ اپنی فطرت میں بہت سی غیر معمولی صلاحیتیں لے کر آیا ہے---حافظے کی، تدبر کی، فراست کی---مگر میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے اس بچے کو جو سب سے بڑی دولت بخشی ہے وہ اس کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ:

''میرے دل چیر کے دیکھو، اس میں نام محمد ﷺ لکھا ہے''

اور باقی جو کچھ خدا نے اس بچے کو دیا ہے---وقت نے ثابت کیا کہ:

''سب نام محمد ﷺ کی خاطر دیا ہے''

احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا خمیر عشق مصطفیٰ ﷺ میں گندھا ہے---اس کا پیکر اسی سانچے میں ڈھلا ہے---اس کے وجود کا محور یہی ہے---اس کے فکر کی منزل اور علم کا حاصل یہی ہے---اس کا دین ایمان یہی ہے---احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے خون میں عشق نبی ﷺ کی حدت ہے---اس کی نبضوں میں ارتعاش اسی سے ہے---اور جذبوں کا ارتکاز اسی پہ---اس کی پیاس یہی---سیرابی یہی ہے---درد یہی---شفا بھی یہی ہے---اس کے رتجگے اسی عشق کے باعث---اور ریاضتیں اسی خاطر ہیں---اس کے آنسو اسی درد کی رم جھم ہیں---اور تبسم اسی پیار کی خوشبو---اس کے من کا گداز یہی ہے---اور اس کے قلم کی کاٹ اسی سے---اس کے چہرے کی شادابی یہی ہے---اور سانسوں کی مہکار اسی سے---احمد رضا کا دل دھڑکے تو یہی نام ابھرتا ہے---پلکیں اٹھیں تو یہی جلوہ ڈھونڈتی ہیں---اور لب ہلیں تو یہی پکار گونجتی ہے۔

دہن میں زباں تمہارے لئے
بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

٭(دعوۃ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد)

ہم آئے یہاں تمہارے لئے
اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

یہ پکار---زوال امت کے اندھیروں میں ابدی اجالے کی نوید ہے---دیکھو! اس عہد انحطاط میں ہر آنکھ احیاء امت کے خواب دیکھ رہی ہے---ہر ذہن عروج اسلام کے منصوبے بنا رہا ہے---ہر شخص بحالی ملت کے لئے کام کر رہا ہے---کہیں علی گڑھ یونیورسٹی بن رہی---اور کہیں دارالعلوم دیوبند---کہیں خدمت دین کے ولولے ہیں---اور کہیں تعمیر ملت کے زمزمے---پر اس سارے ہجوم میں ایک آواز سب سے الگ تھلگ سنائی دے رہی ہے---اور اہل ایمان کے سانسوں میں اتر رہی ہے:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جان دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروروں جہاں نہیں

بظاہر یہ تنہا ایک شخص کی پکار ہے---مگر ذرا گوش دل سے سنیئے تو---ساری کائنات اس کے ہمنوا ہے---یہ نغمہ ہندی ہے---پر اس کے لے حجازی ہے---اس کا آہنگ بشری ہے---پر اس میں روح قرآنی ہے---یہ صدا سوز دل سے اٹھی ہے---اور صحرائے حیات پر چھا گئی ہے---یہ تاریخ کے سب سے نازک لمحے میں ابھری ہے---اور روح عصر کی اجتماعی پکار بن گئی ہے---دیکھو یہ وقت کا کون سا لمحہ ہے---جب عالم یہ ہے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک معاصر حکیم مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے

اور جس عشق کی آگ حکیم مشرق کو بجھی ہوئی محسوس ہو رہی ہے---وہ عشق کون سا ہے---خود اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہی کے الفاظ ہیں۔

عصر ما، مارا زما بیگانہ کرو
از جمال مصطفیٰ ﷺ بیگانہ کرو

جمال مصطفیٰ ﷺ سے اہل ایمان کو بیگانہ کرنے کی سازش کہاں سے پھوٹی---اور کیسے پروان چڑھی، یہ عالم آشکار ہے---میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام دشمن قوتیں جب تاریخ کے مختلف ادوار مین دین حق کو مٹانے کے لئے اپنے سب حربے آزما چکیں---لیکن اسلام مٹنے کی بجائے مزید ابھرتا گیا---سکڑنے کے بجائے اور پھیلتا گیا---دبنے کی بجائے سب پر حاوی ہوتا گیا۔ دیکھو مدعیان نبوت ابھرے اور دم توڑ گئے---مرتدین بھاگے اور مٹ گئے یا لوٹ آئے---سبائی، فتنے لے کر اٹھے اور خود بھی فتنوں سمیت معدوم ہو گئے---خارجی بگڑے اور لڑلڑ کر ختم ہو گئے---یورپ کے صلیبی لشکر ناچتے ہوئے آئے، اور صدیوں تک آتے رہے---لیکن مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی اڑائی ہوئی گرد میں ڈوب گئے تاتاری صحرائے گوبی سے اٹھے اور آندھی بگولے کی طرح ہر سو چھا گئے---مگر جب اہل اسلام کی کھوپڑیوں کے منار بنا چکے---تو ایک دم پلٹے---اور سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو کر کعبہ کی دہلیز پہ جھک گئے---پھر اسی اقبال سے سنیئے۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

تاریخ کے یہ سب ادوار جب دشمن دیکھ اور بھگت چکا
---تو اس نے فیصلہ کیا کہ اب اپنے ترکش کا آخری تیر چلا دینا
چاہیے---اور تیر کون سا تھا---اس کا رمز شناس بھی احمد رضا
رحمۃ اللہ علیہ کا ہم عصر اقبال رحمۃ اللہ علیہ ہے---وہ ہمیں ابلیس کا
اپنے فرزندوں کے نام سے سب سے بڑا حکم سنوار رہا ہے۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

اور پھر شیطان کی ذریت اس آخری مشن کی تکمیل میں
لگ گئی---اس مشن کی ایک جھلک دیکھنی ہو تو اس کے لئے
دور جانے کی ضرورت نہیں---دور احمد رضا کے برطانوی جاسوس
"ہمفرے کے اعترافات" پڑھ لو---پھر احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ
کے معاصر چند مولویوں کی کتابیں اٹھاؤ---ورق پلٹو---اور
دیکھوں کہ ان میں کیسی کیس دریدہ دہنی کی گئی ہے---معاذ اللہ،
نقل کفر کفر نباشد" کوئی خدا کے محبوب ﷺ کو اپنے جیسا بتا رہا ہے
---حالانکہ خود محبوب خدا ﷺ نے فرمایا "ایکم مثلی" (کون ہے تم میں
مجھ جیسا)---کوئی کہتا ہے معاذ اللہ آپ ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے
---حالانکہ آپ ﷺ خود فرماتے ہیں

"ان اللّٰہ حرم علی الارض ان
تاکلا اجساد الانبیاء"
(یعنی: خدا نے مٹی پر انبیاء کے جسموں کو نقصان
پہنچانا حرام کر دیا ہے)

کوئی بولتا ہے تو رسول خدا ﷺ کے علم کو معاذ اللہ
جانوروں کے علم جیسا ٹھہراتا ہے---حالانکہ خدا اپنے محبوب کے علم
اپیدا کنار کی وسعت یوں آشکار کرتا ہے:

"عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احد
الا من ارتضی من رسول"
(یعنی: خدا کے پاس علم غیب ہے اور وہ اپنے غیب کا
علم کسی کو تفویض نہیں کرتا سوائے اپنے اس برگزیدہ
رسول کے جس کی رضا وہ چاہتا ہے)

کوئی اور آگے بڑھتا ہے تو دین میں رسول خدا ﷺ
کے اختیار کی نفی کرتا ہے---حالانکہ خدا کا اپنا کلام ڈنکے کی چوٹ
اعلان کر رہا ہے کہ:

"یحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبائث"
(یعنی رسول اللہ ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزیں
حلال کرتے ہیں اور خبیث چیزیں حرام کرتے ہیں)

کیا دین اس کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہے---ہرگز نہیں:

میں تو بس دین کا مفہو یہی سمجھا ہوں
اپنے ہر کام میں آقا ﷺ کی رضا کو دیکھو

یہ ابلیسی ترکش کے وہ چند تیر تھے جن کا حدف ناموس
رسالت ہے---پر احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ان تیروں کے آگے سینہ
تان کر کھڑے ہو گئے ہیں---وہ بدزبان مولویوں کو للکار کر کہتے
ہیں:

"خدارا میرے آقا ﷺ کی توہین کرنا چھوڑ دو،
اور ان کی جگہ مجھے گالیاں دیتے رہو"

میرا احساس یہ ہے کہ ادھر ابلیس نے اپنے ترکش کا
آخری تیر چلایا---اور ادھر مشیت الٰہی نے احمد رضا کو عشق رسول
ﷺ کا پیکر بنا کر سامنے کھڑا کر دیا---احمد رضا علیہ الرحمۃ تیری
خوش نصیبی پر زمانہ ناز کریگا---خدا نے جس کام کے لئے تجھے چنا

ہے اس سے بڑا کوئی کام اس دھرتی کے سینے پر کسی امتی سے ممکن نہیں---تو گستاخان رسول ﷺ کے سروں پر لٹکتی ہوئی تلوار ہے---تو عشق مصطفیٰ کا نقیب ہے---اور ناموس رسالت کا پاسباں---تو اٹھا تو امت مسلمہ کو نئی اٹھان ملی---تو چلا تو سارا زمانہ تیری راہ پر چلا---تو نے دنیا کو وفا کا درس دیا---اپنے آقا ﷺ سے وفا کا درس---تو نے شعور دیں بانٹا---تیرا شعور دیں یہ ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہاں آ کر ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

یہ شعور دیں پھیلا---تو گستاخان رسول جان ہارنے لگے---کہیں علم الدین شہید غازی بن کر اٹھا---کہیں مرید حسین اور عبدالقیوم---شاتت رسول ﷺ کی وہ تحریک جو کلمہ گو مولویوں کی جسارت سے کفار میں پھیل رہی تھی---دیکھتے ہی دیکھتے دم توڑ گئی۔امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام برصغیر کی پوری فضا میں گونج رہا تھا---اور شمع رسالت کے پروانوں کو گرما رہا تھا---اس حرارت ایمانی کے فیض سے جگہ جگہ پروانے اپنے آقا ﷺ کی ناموس پر جان نچھاور کر رہے تھے---ایک طرف جانثاری کے یہ حسین منظر ہیں---اور دوسری جانب علم وعرفان کی وادیوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے گلزار مہکنے لگے ہیں---کہیں فروغ سیرت کا مشن برپا ہے---شاہ عبدالعلیم صدیقی کو جانیے---کہیں تفسیر قرآن کے جواہر بکھر رہے ہیں---نعیم الدین مراد آبادی کو دیکھئے---کہیں احکام شریعت کی بہار اپنا جوبن دکھا رہی ہے---امجد علی اعظمی---کو پڑھئے---اور کہیں محبت رسول ﷺ کا بیکراں سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے---حکیم مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی پکار سنیے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

مجھے تو عشق رسول اللہ ﷺ کی ان سب موجوں میں ایک ہی برقی رو نظر آتی ہے---اور اس برقی رو کا سرا احمد رضا کے سینے سے ابھر رہا ہے---یہ وہ سینہ ہے جس میں گداز عشق کی بجلیاں بھری ہیں اور وہ ان بجلیوں کی حرارت ہر سو بانٹ رہا ہے---کبھی "کنزالایمان" کی صورت---کبھی "الدولۃ المکیۃ" کے روپ میں---کبھی "فتاویٰ رضویہ" کے رنگ میں---اور کبھی "حدائق بخشش" کے آہنگ میں---کیا آپ نہیں دیکھتے کہ دنیا کے گوشے گوشے میں جہاں بھی کوئی اپنے آقا ﷺ کو یاد کرتا ہے---اور ان کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام نچھاور کرتا ہے---احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے لہجے سے ہمکنار ہو جاتا ہے---احمد رضا نے اپنے آقا ﷺ کے حضور کچھ ایسے جذبوں کا نذرانہ پیش کیا ہے کہ---آج بحر ودشت وجبل میں ہر سو اس کی گونج سنائی دے رہی ہے۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

مجھے یقین ہے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سلام کچھ اس شان سے مقبول ہوا کہ اسے محبت رسول ﷺ کا عالمگیر تحفہ بنا دیا گیا، ہے اب جو بھی چاہتا ہے کہ اسے بارگاہ رسول ﷺ میں پذیرائی ملے---وہ اپنی دھڑکنوں میں احمد رضا کے جذبے سمو لیتا ہے---اور اپنی زبان پر احمد رضا کے شعر سجا لیتا ہے۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں

نہیں ہند میں واصف شاہ ھدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

یہ ہے اس احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک جھلک جسے دنیا ''امام اہلسنت'' کہتی ---اور ''اعلیٰ حضرت'' کے لقب سے یاد کرتی ہے--- جو علم وفکر کے ہر میدان میں ہوتا ہے---اور بیان واظہار کے ہر اسلوب پر حاوی--- جو فہم وادراک کے ہر گوشے میں سب پر فائق ہے---اور جذبۂ واحساس کی ہر منزل میں سب سے آگے--- جس کا وجود ہمارے لئے عزم وہمت کا استعارہ ہے ---اور جس کی شخصیت ہمارے لئے رہنمائی کا خزانہ--- جس کا باطن عشق رسول ﷺ سے معمور ہے---اور جس کا ظاہر اسوۂ رسول ﷺ سے پرنور---لوگ اسے اپنے عہد کا مجدد کہتے ہیں ---میں اسے آنے والے ہر دور کے لئے اپنے ''رسول ﷺ کا معجزہ'' سمجھتا ہوں---لوگ اسے ''فاضل بریلوی'' پکارتے ہیں ---اور میں اسے ''آیت الٰہی'' دیکھتا ہوں---لوگ اسے فقیہ و عالم ٹھراتے ہیں---اور میں اسے ''فہم دین میں حجت'' گردانتا ہوں---اور صرف اس لئے گردانتا ہوں کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فہم دین کی اساس عشق رسول ﷺ پر اٹھائی ہے ---اور تعبیر شریعت کا محور نسبت مصطفیٰ ﷺ کو بنایا ہے---اور یہی خدا کا منشا ہے--- سارے قرآن کا جوہر یہی---اور علم و عرفان کا حاصل یہی---

مجھے یقین ہے کہ کوئی شخص عالم بن ہی نہیں سکتا جب تک اس کے علم کا ہر نقطہ ذات رسول ﷺ کا طواف نہ کرے ---اور سچ یہ ہے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی عالم ہیں ---میرے نزدیک تجدید دین صرف اس کا نام ہے کہ دین کی ہر تعبیر نسبت رسول ﷺ سے جوڑ دیجائے---اور حق یہی ہے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی مجدد ہیں--- میرا ایمان یہ ہے کہ صاحب عمل صرف وہی ہے جس کا ہر عمل محبت رسول ﷺ کا آئینہ دار ہو---اور واقعہ یہ ہے کہ امام احمد رضا کا عمل ایسا ہی ہے میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ خدا کے ہاں قرب ورضا کے سب درجے ان کے لئے ہیں جو تعظیم رسول ﷺ میں بڑھتے جائیں ---اور کون اس بات کا انکار کرسکتا ہے کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ کی پوری زندگی تعظیم رسول ﷺ کی پاسداری میں گزری--- میرا احساس یہ ہے کہ دنیا میں پائیدار صرف ایسے ہی لوگوں کا نام ہے، جو ذکر مصطفیٰ ﷺ کا فیض لٹاتے ہیں---اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب تک جئے اپنی زبان وقلم سے یہی کام کرتے رہے---اور اب انکا آستانہ یہی سوغات بانٹتا رہے گا۔

تاریخ اسلام کو جتنے بھی ادوار پہ بانٹا جائے۔ اس کا آخری دور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے شرع ہوا---اور اب یہ دور رہتی دنیا جتنا بھی طویل ہوگا--- ہمیشہ احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دور رہے گا--- یہ دور تحفظ ناموس رسالت کا دور ہے--- اور احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا نقیب--- یہ دور فروغ سیرت کا دور ہے---اور احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس کا علمبردار--- یہ دور تحریک عشق مصطفیٰ ﷺ کا دور ہے---اور احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کا کاروان سالار---اب رہتی دنیا تک یہ تحریک پھیلتی رہے گی---اور احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اس کا سرخیل وسالار رہے گا---خود انہی کے الفاظ میں ذرا تصرف کے ساتھ۔

ملک وفا کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو، سکے بٹھا دیئے ہیں

(بشکریہ ماہنامہ ''اہلسنت'' گجرات)

چوتھی قسط

تحقیق، محمد بہاء الدین شاہ ★

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مدرسہ صولتیہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے قائم کیا جن کا دارالعلوم دیوبند سے کسی بھی نوعیت کا کوئی تعلق نہ تھا اور یہ مدرسہ موجودہ صدی کے آغاز کی بجائے گذشتہ صدی کے آخر میں قائم ہوا۔ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء میں مولانا کیرانوی اور پادری فنڈر کے درمیان آگرہ ہندوستان میں مناظرہ ہوا جس کی روداد عربی و اردو وغیرہ زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس مناظرہ میں عیسائی مناظر کو شکست فاش ہوئی۔ مناظرہ آگرہ کی وجہ سے انگریز حکمران مولانا کیرانوی پر برہم تھے اس پر مزید یہ کہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس پر انگریزوں نے آپ کی جائداد ضبط کر کے آپ پر فوجداری مقدمہ چلانے کا حکم دے کر مولانا کی گرفتاری پر انعام مقرر کر دیا۔ چنانچہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے یمن کے راستے ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۸ء میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ ادھر انگریز حکمرانوں نے ہندوستان میں مولانا کیرانوی کی تمام جائداد و املاک ۳۰ر جنوری ۱۸۶۴ء کو نیلام کر دی۔(۵۸)

ڈاکٹر مانع تسلیم کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء کو عمل میں آیا(۵۹)۔ لہٰذا اوپر دیئے گئے حقائق کی روشنی میں یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا کیرانوی دارالعلوم دیوبند کے قیام سے آٹھ سال پہلے ہندوستان چھوڑ چکے تھے اور پھر لوٹ کر نہیں آئے تا آنکہ مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ دارالعلوم کے قیام کے زمانہ میں آپ کی عمر ۴۹ برس سے زائد تھی اور آپ مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام میں آپ کے علم و فضل کا طوطی بول رہا تھا۔ چنانچہ یہ دعویٰ کہ مولانا کیرانوی نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پائی، یا اس کے قیام میں کسی قسم کی معاونت کی، یا یہ کہ اس دارالعلوم کے فارغ التحصیل کسی عالم نے مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی، سراسر بے بنیاد ہے۔

مولانا کیرانوی کا عقیدہ خود ان کی تحریروں سے واضح ہے چنانچہ عارف باللہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۳ھ-۱۳۱۷ھ) کے مرید و خلیفہ(۶۰) مولانا عبدالسمیع رامپوری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ تصحیح عقائد اہل سنت کا حصہ میں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی سے لیا آپ میرے اساتذہ میں اول استاد ہیں(۶۱) اور پھر ۱۳۰۲ھ میں جب مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ علماء دیوبند نے مسلک اہل سنت کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا تو مولانا عبدالسمیع میرٹھی نے اسی برس اس کی تردید میں ایک ضخیم کتاب "انوار ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ" لکھ کر شائع کر دی ۱۳۰۷ھ میں انوار ساطعہ کے دوسرے ایڈیشن پر ہندوستان

پھر کے چونیس اکابر علماء اہل سنت نے تقریظات لکھی ان میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تقریظ بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں "تقدیس الوکیل" پر آپ کی مفصل تقریظ موجود ہے۔ مزید برآں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا کیرانوی کو "فخر العلماء" کا خطاب دیا۔ تجلیات مہر انور کی پہلی جلد میں اس موضوع پر سیر حاصل مواد موجود ہے۔ (۶۲)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی بن خلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ پہلے مسجد الحرام اور پھر مدرسہ صولتیہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے تا آنکہ آپ نے مکہ مکرمہ میں ہی وفات پائی اس وقت مدرسہ صولتیہ پورے جزیرہ عرب کا سب سے اہم مدرسہ بن چکا تھا۔ آپ کے بعد آپ کے بھائی کے پوتے مولانا محمد سعید بن محمد صدیق بن علی اکبر بن خلیل الرحمٰن کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۰ھ --- ۱۳۵۷ھ / ۱۸۷۳ء --- ۱۹۳۸ء) نے مہتمم مدرسہ کی ذمہ داری سنبھالی (۶۳) تقدیس الوکیل پر مولانا محمد سعید کی تقریظ موجود ہے علاوہ ازیں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی اختلافی مسائل پر فیصلہ کن تصنیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" کا پہلی ایڈیشن انہی مولانا محمد سعید کے اہتمام سے مکہ مکرمہ سے شائع ہوا، جو ان کے اہل سنت وجماعت ہونے کا بین ثبوت ہیں۔

علاوہ ازیں صولتیہ کے مدرس اول مولانا حضرت نور افغانی پشاوری مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء) اور (۶۳) مدرس دوم مولانا عبد السبحان رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیس الوکیل پر تقریظ لکھی۔ فاضل بریلوی کے خلیفہ علامہ سید احمد بناضرین مدرس اور شیخ عبد الرحمٰن دھان حنفی مدرس اول رہے۔ جن علماء مکہ مکرمہ نے مسجد الحرام میں اور بعد ازاں صولتیہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے تعلیم پائی اور پھر مسلک اہل سنت پر اپنی تحریریں یادگار چھوڑیں ان میں مفتی احناف شیخ عبد الرحمٰن سراج، مفتی احناف و چیف جسٹس شیخ عبد اللہ سراج شیخ الخطباء شیخ احمد ابو الخیر مرداد، قاضی مکہ شیخ اسعد دھان، علامہ سید حسین دحلان، مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد بن حسین مالکی، قاضی مکہ شیخ عبد اللہ ابو الخیر مرداد شہید، مبلغ اسلام علامہ سید عبد اللہ دحلان، قاضی جدہ علامہ سید محمد حامد احمد جداوی اور قاضی جدہ و مفتی احناف شیخ محمد صالح کمال حنفی کے اسماء گرامی اہم ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ بعد ازاں ڈاکٹر علامہ سید محمد بن علوی مالکی مدظلہ العالی نے بھی مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء میں مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو مدرسہ صولتیہ میں قیام فرمایا جبکہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ اور مدرسہ میں موجود تھے۔ (۶۵)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے زندگی کے آخری ایام میں محلہ جیاد میں مدرسہ احمدیہ قائم کیا جس میں تجوید و حفظ قرآن پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور فاضل بریلوی کی کتاب حسام الحرمین کے مقرظ قادری حافظ شیخ احمد مکی بنگالی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مدرس و مہتمم تھے۔ ۱۳۱۰ھ میں اس مدرسہ میں ۶۵ طلباء پڑھتے تھے۔ جنازہ کے ساتھ بہ آواز بلند ذکر اللہ کے جواز پر مولانا محمد عمر الدین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی اردو کتاب "الاجازۃ فی الذکر الجھر مع الجنازۃ" پر اپنی شیخ احمد مکی نے عربی میں پانچ صفحات کی تقریظ لکھی۔ (۶۶)

مدرسہ صولتیہ کے بعد اس شہر مقدس کا دوسرا اہم مدرسہ فخریہ، مدرس مسجد الحرام شیخ عبد الحق القاری نے اور تیسرہ مدرسہ خیریہ، مدرس مسجد الحرام شیخ محمد حسین خیاط نے قائم کیا اور یہ دونوں علماء مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے شاگرد

تھے۔(۶۷)

جدہ شہر کے ایک تاجر(۶۸) الحاج محمد علی زینل الرضا (م ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء) نے جدہ، مکہ مکرمہ، ممبئی، عدن، دبئی اور بحرین میں "الفلاح" نام کے دینی مدارس قائم کئے۔ مدرسہ فلاح عثمانی عہد کے مکہ مکرمہ میں قائم ہونے والا آخری مدرسہ تھا جو کارکردگی کے اعتبار سے مدرسہ صولتیہ کے بعد دوسرا بڑا مدرسہ ثابت ہوا۔ علامہ سید محمد حامد احمد جداوی رحمۃ اللہ علیہ (حسام الحرمین کے مقرظ) ۱۳۳۰ھ --۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۱ء--۱۹۱۵ء تک مدرسہ فلاح مکہ مکرمہ کے پہلے مہتمم و صدر مدرس رہے اور جسٹس مکہ علامہ سید ابو بکر حبشی مکہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۰ھ---۱۳۷۴ھ / ۱۹۰۲ء---۱۹۵۴ء) جو ۱۳۵۲ھ---۱۳۶۲ / ۱۹۳۳ء---۱۹۴۳ء تک اس مدرسہ کے چھٹے مہتمم رہے (۶۹) آپ اپنے دادا مفتی شافعیہ شیخ الاسلام علامہ سید حسین بن محمد حبشی مکہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۸ھ---۱۳۳۰ھ / ۱۸۴۲ء---۱۹۱۲ء) کے علاوہ (۷۰) حسان العصر امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۵ھ --- ۱۳۵۰ھ / ۱۸۴۹ء --- ۱۹۳۱ء) سمیت (۷۱) عالم اسلام کے متعدد علماء و مشائخ سے تصوف کے مختلف سلاسل میں مجاز تھے (۷۲) علامہ سید ابو بکر حبشی نے اپنی عظیم تصنیف "الدلیل المشیر" میں متعدد مقامات پر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا ہے۔(۷۳)

مدرسہ فلاح کے ساتویں مہتمم حجاز مقدس کے مشہور ماہر تعلیم علامہ سید اسحاق عزوز مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۰ھ---۱۴۱۵ھ / ۱۹۱۲ء---۱۹۹۴ء) طالب علم، مدرس اور پھر مہتمم کی حیثیت سے ساٹھ برس تک اس مدرسہ سے وابستہ رہے آپ فاضل بریلوی کے خلیفہ شیخ احمد ناضرین کے بھانجے اور شاگرد ہیں۔ علامہ سید اسحاق عزوز نے مکہ مکرمہ میں وفات پائی لیکن آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے آپ کی تدفین مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی مکی نے اپنی اہم تصنیف "انہا فاطمۃ الزہراہ" رضی اللہ عنہا کا انتساب اپنے استاد علامہ سید اسحاق عزوز کے نام کیا۔(۷۴)

شیخ محمد عبدالمحسن رضوان مکی شافعی ۱۳۷۸ھ---۱۴۰۵ھ / ۱۹۵۸ء---۱۹۸۵ء تک مدرسہ فلاح کے آٹھویں مہتمم رہے (۷۵) جن کے ایک چچا علامہ سید محمد عبدالباری رضوان مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۵ھ---۱۳۵۸ھ / ۱۸۷۸ء---۱۹۴۰ء) نے الدولۃ المکیۃ پر (۷۶) اور دوسرے چچا علامہ سید عباس رضوان مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۳ھ --- ۱۳۴۶ھ / ۱۸۷۶ء --- ۱۹۲۷ء) نے الدولۃ المکیۃ و حسام الحرمین پر تقریظات لکھیں (۷۷) اور آپ کے والد علامہ سید عبدالمحسن رضوان مدنی ثم مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۲ھ---۱۳۸۱ھ / ۱۸۷۵ء---۱۹۶۱ء) سے اہل علم کی کثیر تعداد نے دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ کی اجازت حاصل کی نیز آپ نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت علامہ سید احمد کبیر رفاعی و حضرت امام ابوالحسن شاذلی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ اکابر صوفیاء کرام کے اوراد و ازکار کو ان سے متعلق اپنی اسناد کے ساتھ یکجا مصر سے شائع کرایا۔(۷۸)

حوالے و حواشی

(۵۸) اعلام الحجاز ج ۲ ص ۲۹۳، سیر و تراجم ص ۱۰۸-۱۱۲، مہر منیر، مولانا فیض احمد فیض، طبع پنجم ۱۹۸۷ء، دربار عالیہ گولڑا شریف ضلع اسلام آباد، ص ۳۹۸-۴۰۰۔

(۵۹) الموسوعۃ المیسرۃ ج ۱ ص ۳۰۸۔

(۶۰) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: علماء العرب فی شبہ القارۃ الھندیۃ، شیخ یونس ابراھیم السامرائی،

طبع اول ۱۹۸۶ء، وزارت اوقاف بغداد عراق، ص ۴۲۸-۴۲۹، مختصر نشر النور ص ۱۳۴، نظم الدرر ص ۱۶۸۔

(۶۱) انوار ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ، مولانا عبدالسمیع میرٹھی رامپوری، طبع ششم ۱۳۴۶ھ مطبع مجتبائی دہلی، ص ۲۹۷۔

(۶۲) تجلیات مہر انور ص ۳۱۰-۳۳۵

(۶۳) مولانا محمد سعید کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: نشر الدرر ص ۴۷، تجلیات مہر انور ص ۳۲۹۔

(۶۴) مولانا حضرت نور افغانی پشاوری مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مختصر نشر النور ص ۵۰۳-۵۰۴ اور نظم الدرر ۲۱۴ پر درج ہیں۔

(۶۵) مہر منیر ص ۱۱۸-۱۱۹۔

(۶۶) الا جازۃ فی الذکرا لجہر مع الجنازۃ، مولانا محمد عمر الدین ہزاروی، طبع دوم، مطبع گلزار حسینی ممبئی۔

(۶۷) اعلام الحجاز ج ۲ ص ۲۱، ۳۰۵-۳۰۶، الحرکۃ الادبیۃ ص ۱۴۷-۱۴۸۔

(۶۸) الحاج محمد علی زینل کے حالات اعلام الحجاز ج ا ص ۳۱۶-۳۳۰ پر ملاحظہ ہوں۔

(۶۹) علامہ سید ابوبکر حبشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ان کی تصنیف الدلیل المشیر کے آغاز میں درج ہیں۔ نیز دیکھئے: الاعلام ج ۲ ص ۶۲، اھل الحجاز ص ۲۶۰-۲۶۲، سیر وتراجم ص ۲۵-۲۷، نشر الدرر ص ۲۳۔

(۷۰) علامہ سید حسین حبشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر آپ کے شاگرد شیخ عبدالحمید قدس نے "مواھب المعید المنشی فی ماثر السید حسین الحبشی" لکھی جس کا مخطوطہ مکہ مکرمہ لائبریری میں زیر نمبر ۸۴ / تاریخ موجود ہے۔ آپ کے دوسرے شاگرد شیخ عبداللہ غازی مکی (م ۱۳۶۵ھ) نے "فتح القوی فی ذکر اسانید السید حسین الحبشی العلوی" لکھی جس کا پہلا ایڈیشن ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء میں مکہ مکرمہ سے شائع ہوا۔ نیز دیکھئے: الدلیل المشیر ص ۹۲-۹۷، سیر و تراجم ص ۹۹، فہرس الفہارس ج ا ص ۳۲۰-۳۲۱، مختصر نشر النور ص ۱۷۷-۱۷۹، نظم الدرر ص ۱۷۲-۱۷۳۔

(۷۱) علامہ یوسف نبہانی فلسطینی ثم بیروتی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے ان کی تصنیف "اتحاف المسلم" طبع اول ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء، مرکز جمعۃ الماجد للثقافۃ والتراث دبئی حالات مصنف از قلم مامون الصاغرجی، ص ۴۵-۵۴، ڈاکٹر عیسیٰ محمد علی الماخی نے علامہ نبہانی پر مقالہ ڈاکٹریٹ لکھ کر ۱۹۷۸ء میں جامعہ الازہر سے ڈگری حاصل کی، الاعلام ج ۸ ص ۲۱۸، الدلیل المشیر ص ۴۰۱-۴۱۲، فہرس الفھارس ج ۱ ص ۱۸۴-۱۸۵، ج ۲ ص ۱۱۰۷-۱۱۱۰، محمد ﷺ فی الشعر الحدیث، ڈاکٹر حلمی قاعود، طبع اول ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۷ء دار الوفا منصورہ مصر، ص ۱۲۶-۱۲۸، خلیل احمد رانا نے آپ پر اردو میں مختصر کتاب "نابغہ فلسطین" لکھی جو لاہور سے شائع ہوئی۔ ماہنامہ نعت لاہور نے فروری ۱۹۹۳ء میں آپ کی نعتیہ شاعری پر خصوصی اشاعت پیش کی۔

(۷۲) الدلیل المشیر میں آپ نے اپنے ایک سو دو سے زائد اساتذہ و مشائخ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

(۷۳) الدلیل المشیر ص ۲۵۴، ۳۸۸، ۴۳۷۔

(۷۴) علامہ سید اسحاق عزوز رحمۃ اللہ علیہ کے حالات آپ کی تصنیف "الطیب الذکریٰ فی مناقب و اخبار خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا" طبع اول ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء کے آغاز میں دیئے گئے ہیں نیز دیکھئے: اھل الحجاز ص ۲۰۲ و دیگر صفحات رجال من مکۃ المکرمۃ ج ۳ ص ۱۲۵-۱۴۱۔

(۷۵) مدرسہ فلاح مکہ مکرمہ کی مختصر تاریخ اھل الحجاز ص ۱۸۷، ۲۰۱ پر درج ہے نیز دیکھئے: المنھل شمارہ جنوری ۱۹۸۹ء میں محمود عارف کا مضمون "مدارس الفلاح" ص ۱۶۸-۱۷۱۔

(۷۶) علامہ سید محمد عبدالباری رضوان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے لئے دیکھئے: اھل الحجاز ص ۲۸۵-۲۸۷، سیر وتراجم ص ۲۸۹-۲۹۰۔

(۷۷) علامہ سید عباس رضوان مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کیلئے دیکھئے: اعلام من ارض النبوۃ ج ۲ ص ۱۱۳-۱۱۷، تشنیف الاسماع ص ۲۶۲-۲۶۵، المنھل شمارہ اپریل ۱۹۷۰ء، عبدالقدوس انصاری کا مضمون "تراجم العلماء --- السید عباس رضوان المدنی" ص ۱۳۱-۱۳۵۔

(۷۸) علامہ سید عبدالمحسن رضوان رحمۃ اللہ علیہ کے حالات تشنیف الاسماع ص ۳۶۱-۳۶۲ پر ملاحظہ ہوں۔

...... ☆ ......باقی آئندہ...... ☆ ......

امام احمد رضا اور مرشدان مارہرہ

از: علامہ مفتی احمد میاں برکاتی★

امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کی شخصیت و فکر پر جو پردے پڑے ہوئے تھے--- الحمد للہ اب وہ اٹھ چکے ہیں--- اور بہت سے اٹھنے کو ہیں--- امام احمد رضا سواد اعظم اہلسنت کے سردار ہیں--- انکے جذبے میں خلوص ہے انکی فکر میں بڑی گہرائی ہے--- امام احمد رضا نے جذبۂ عشق کی جو بھرپور تحریک چلائی--- اس نے مسلمانوں کے دلوں کو عشق مصطفےٰ ﷺ کی گرمی سے گرمادیا--- امام احمد رضا کو، میں نے دیکھا نہیں--- بولتے ہوئے ان کو سُنا نہیں--- مگر مجھے انسے محبت ہے--- اس لیئے کہ میرا انسے ایک رشتہ ہے--- وہی رشتہ جو رازی سے ہے، وہی رشتہ جو سعدی، غزالی، رومی، ابو حنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل، بسطامی، بخاری اور مسلم سے ہے--- مگر مجھے ان سب سے زیادہ رضا سے محبت ہے--- شاید اس لیئے کہ جب اس جہاں میں آنکھ کھولی تو رضا کا نام سنا، ہوش سنبھالا تو رضا کا نام سنا--- مجھے تو گھٹی میں رضا کا نام گھول کر پلادیا گیا

تیری الفت میرے مرشد نے مجھے
دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا

(سید حسن میاں مارہروی)

پہلے صرف سُنا--- پھر پڑھا--- پھر سُنوایا گیا--- پھر پڑھوایا گیا--- یہ سب عمل اتنی مرتبہ ہوئے کہ رضا میرے شعور میں بھی آگئے اور لاشعور میں بھی--- بلکہ تحت الشعور میں بھی رضا نے بسیرا کرلیا۔

امام احمد رضا اپنے اعلیٰ اصول پر، سختی سے کاربند رہنے کی وجہ سے مسند عظمت پر فائز ہوئے--- وہ رہنما--- رہبر--- مقتدا--- اور قائد بن گئے--- انہوں نے حق گوئی کے ذریعے مسلمانوں کو فتنہ و فساد سے بچاکر صراط مستقیم کی طرف چلادیا--- امام احمد رضا کو یہ اصول ایک دولت کی شکل میں مارہرہ کی مقدس سرزمین سے حاصل ہوئے، اس دولت کو عشق کہتے ہیں--- امام احمد رضا کو کالپی کی تقدس مآب بارگاہ سے وہ گنج گراں ملا، جسے فنا کہتے ہیں--- عشق نے فنا کی منزل تک پہنچایا--- اور فنا کی منزل نے بقاء کی منزل کی طرف رہنمائی کی، یہ کونسا عشق ہے--- یہ عشق، عشق رسول اور محبتِ آل رسول ہے--- جو انسان کی حیات ابدی کی ضامن ہے--- امام کو وہ حیات ابدی حاصل ہوئی جسکو قرآن نے حَیٰوۃً طَیِّبَۃً فرمایا--- آج امام کی آواز عشق و محبت کی آواز ہے--- حق و صداقت کی آواز ہے--- امام نے جب اس عشق و محبت کی آگ میں قدم رکھا--- تو مرشد نے سونے کو کندن بنادیا--- پھر تو امام احمد رضا شریعت و طریقت کے ساتھ ساتھ معرفت و حقیقت کے بھی امام ہوگئے--- امام احمد رضا پر، مرشد برحق کی چند ساعتوں کی صحبت نے، ایسا رنگ چڑھایا کہ امام احمد رضا، مرشد کی شبیہ بن گئے--- صورۃ" بھی--- سیرۃ" بھی--- ظاہرا بھی--- باطنا" بھی--- پھر امام، امیدوں کا مرکز بن گئے--- عوام کیلئے بھی اور خواص کیلئے بھی--- اور زمانے نے دیکھا کہ امام کی ذات سے علم کے ایسے ایسے چشمے بہنے لگے کہ ہر شخص اپنے اپنے ظرف بھرنے لگا۔

امام کے علوم کا ایک بحر زخار، "فتاویٰ رضویہ" کے نام سے پہچانا گیا--- کیسے کیسے ماہرین فن، اس سمندر سے چلو بھرنے لگے--- کیا خطیب--- کیا واعظ--- کیا عالم--- کیا شاعر--- کیا تاجر--- کیا مفتی--- کیا محدث--- کیا مفسر--- کیا

★(شیخ الحدیث دار العلوم قاسمیہ برکاتیہ حیدرآباد، سندھ)

فقیہ --- کیا شیخ --- کیا حافظ --- کیا قاری --- سب ہی در رضا پر آنے لگے۔

سید شاہ احمد نوری

اور تو اور --- وہ جو آسمانِ ارشاد کا آفتاب تھا --- اور علم و دانش کا ماہتاب تھا --- ایک عالَم اس سے فیضیاب تھا --- جو خانقاہ مارہرہ مطہرہ کا عظیم فرد --- روحانیت کا شہنشاہ --- سید المشائخ --- چشم و چراغ خاندان برکات' علم و فضل میں نابغۂ روزگار --- تصوف و سلوک میں یکتائے زمانہ --- اخلاق و اعمال میں نمونۂ سنت --- کرامات و تصرفات میں بے مثال --- یعنی کشور ولایت --- نور العارفین الکرام' سُلالۃ الواصلین العظام' حامیٔ شرعِ مبین' رکنِ رکینِ دینِ متین' سیدنا و سندنا و مولانا و مقتدانا' قطب عالم قدوۃ السالکین' یعنی حضرت السید الشاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس اللہ سرہ' تاجدار مسند مارہرہ بھی امام احمد رضا سے جزئیات شریعت لیکر' لوگوں میں تقسیم کرنے لگے --- یہ وہ مرشد اعظم' احمد نوری ہیں --- جن کی تعریف میں امام احمد رضا جیسے فاضل اجل یوں رطب اللسان ہیں! (۱)

برتر قیاس سے ہے مقامِ ابو الحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بامِ ابو الحسین

جن سے خود امام احمد رضا کو شرفِ خلافت و اجازت حاصل تھا --- ان کی مدح میں امام نے کیا فرمایا۔ سنئے!

آنَسْتُ مِنْ مَارَهْرَةَ نَارًا عَلٰی
طُورٍ اَشَا طُورًا بِهَا يَهْدِيْنَا
طُوْبٰی لِاَبْنَاءِ السَّبِيْلِ اِذَا اهْتَدَوْا
وَمَشَوْا لِهٰذَا النُّوْرِ مُنْقَادِيْنَا
اَكْرِمْ بِنَارٍ ضَوْءُهَا يَجْلُوا الدُّجٰی
مِنْ اَحْمَدَ النُّوْرِيِّ جَاءَ مُبِيْنَا
نُوْرُ الْهُدٰی بَحْرُ التُّقٰی بَدْرُ النُّقٰی
اَضْحٰی لَهٗ حِفْظُ الْاِلٰهِ مُعِيْنَا (۲)

(مفہوم) میں نے مارہرہ سے کوہ طور پر ایک آگ اٹھتے ہوئے دیکھی ہے --- میں اسی آگ کی رہبری چاہتا ہوں --- مبارک ہیں وہ منزل کی طرف چلنے والے جو اس کے پیچھے چلیں اور راستہ پالیں --- کیسی بلند و بالا ہے وہ آگ جس کی چمک دمک' تاریکیوں کو روشن کرے اور چمکا دے --- یہ چمک احمد نوری سے پھوٹ رہی ہے --- وہ احمد نوری جو ہدایت کا نور --- تقویٰ کا سمندر --- اور پاکیزگی کا ماہتاب ہے --- اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ' ان کی مدد فرمائے ---

اس مرشد اعظم نے جب کتاب "سراج العوارف" تصنیف فرمائی' امام احمد رضا نے' گیارہ عربی اشعار میں تاریخ لکھی اور نثر میں تقریظ ---

سنئے امام کیا کہتے ہیں:

اَرَانَا سِرَاجُكَ بِاللَّيْلِ شَمْسًا
وَشَمْسٌ بِلَيْلٍ عَجِيْبٌ وَ طَارِفٌ
كَاَنَّ الْكِتَابَ فَقِيْهٌ مُفِيْضٌ

آپ کی اس کتاب سراج نے ہمیں، رات میں سورج دکھایا، رات میں سورج نظر آنا، عجیب و نادر چیز ہے---گویا کہ یہ کتاب--- فقیہ ہے جو فیض کے دریا بہار رہی ہے--- جو عارف کیلئے دامن کوہ (۴) ہے اور چلو بھرنے والے کیلئے سمندر ہے۔"

پھر امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اسی پر بس نہ کیا--- بلکہ اپنے مرشد زادے سیدنا ابوالحسین نوری کے دو مناقب رقم فرمائے ایک حدائق بخشش حصہ دوم میں، اور ایک حصہ سوم میں ہے--- حضرت علامہ مولانا سید ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ والرضوان کی ولادت ۱۹ر شوال ۱۲۵۵ ھج ر ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء کو ہوئی، اور وصال ۱۱ر رجب المرجب ۱۳۲۴ ھج ر ۱۳ اگست ۱۹۰۶ء کو ہوا۔

حضرت احمد نوری، امام احمد رضا کے مرشد برحق مقتدی الواصلین مولیٰ الکاملین، حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب مارھروی قدس سرہ العزیز کے پوتے ہیں یعنی ان کے خلف اکبر حضرت سیدنا شاہ ظہور حسن صاحب علیہ الرحمۃ (م ۱۲۶۶ ھج) کے فرزند ارجمند ہیں۔

• امام احمد رضا نے، حضرت نوری میاں کی پہلی منقبت ان کی مسند نشینی کے موقعہ پر (۱۲۹۸ ھج میں) کہی تھی جو تیئس (۲۳) اشعار پر مشتمل ہے اور ردیف ہے "ابو الحسین"--- دوسری منقبت بعنوان تاریخی "مشرقستان قدس" ۱۳۱۵ ھج میں لکھی جو ۱۱۴ اشعار پر مشتمل ہے۔ ردیف ہے "احمد نوری" (۵)

مطلع ہے

ماہ سیما ہے احمد نوری - مہر جلوہ ہے احمد نوری
نور احمد مجھے بھی چمکادے - نام تیرا ہے احمد نوری (۶)

اس قصیدہ مبارکہ کو سن کر حضور روشن ضمیر، قطب عالم امام الاولیاء سلطان المشائخ علامہ مولانا خواجہ نوری میاں قدس سرہ نے، امام احمد رضا کو ایک نفیس عمامہ معطرو معنبر نہ صرف عطا فرمایا بلکہ اپنے دست اقدس سے آپ کے سر پر باندھا (۷)

حضرت خاتم اکابر ھند، سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ، جو خود علم و فضل کے منبع ہیں، --- عطرِ مجموعۂ ھُدیٰ ہیں--- جو اپنے --- ملفوظات میں دین و شریعت پر سخت پابند رہنے کو یوں فرمائیں، کہ :

" اپنے دین برحق پر ایسے سخت اور مضبوط ہوں کہ دوسرے انہیں متعصب (ہٹیلا) جانیں کہ دین حق میں تعصب مقبولیت کا نشان اور پسندیدہ ہے--- اور جھوٹے دھرم میں پختگی، شقاوت کی پہچان ہے اور ناپسندیدہ" (۸)

ان کی خدمت میں، جب سائلین سوال لیکر آئیں تو، خود جواب نہ دیں بلکہ وہ سوال امام احمد رضا کی طرف منتقل کر دیں، حالانکہ امام احمد رضا ان سے سن میں سترہ (۱۷) سال بعد ہیں--- مگر چونکہ امام احمد رضا کو ان کے مرشد --- کندن --- بنا چکے ہیں--- لہٰذا اب مرشد زادے بھی ان مقامات کا خیال فرماتے ہیں--- جس سے ایک طرف امام احمد رضا کی عظمت و جلالت علمی چمکتی ہے--- تو دوسری طرف اندازہ ہوتا ہے کہ سید المشائخ نوری میاں رضی اللہ عنہ کے سینے میں کتنی وسعت ہے!

یہ مسئلہ امامت سے متعلق ہے--- حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے امام احمد رضا کو بھجوایا--- ۱۳۱۲ ھج کا سن ہے--- سوال ہے کہ توتلے کی امامت، ہکلے کی امامت کیسی ہے اور ایک شخص افیون بغرض دوا کھاتا ہے جس سے نشہ نہیں ہوتا، امامت مکروہ ہے یا نہیں؟

امام احمد رضا، فقہ کی نو کتب سے حوالہ دیتے ہوئے، اس مسئلہ کے تمام جزئیات کے احکام الگ الگ بیان فرما دیتے ہیں (۹)

(باقی آئندہ)

(چھٹی قسط)

سفر نامۂ قاہرہ

تحریر: سید وجاہت رسول قادری

دکتور حسین مجیب مصری صاحب ۶۲ / سے زیادہ کتب کے مصنف و مؤلف ہیں۔ جس میں سے ۵/عربی، فارسی ترکی اور اردو کی معاجم ہیں۔ وہ علامہ اقبال کے ۸/فارسی شعری مجموعوں کا عربی نظم میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے الطاف حسین حالی کی مسدس کا بھی عربی نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ ترکی زبان کے مشہور مولود نامے مصنفہ سلیمان چلپی کا بھی عربی میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ امام احمد رضا کے حوالے سے وہ اب تک ۳/مقالے سپرد قلم کر چکے ہیں، جن میں سے دو، قاہرہ کے اخبارات میں شائع ہوئے اور ایک سلام رضا کے منظوم ترجمے ''منظومۃ السلامیہ'' میں بطور مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ دکتور مصری صاحب نے امام احمد رضا کی شان میں دو منقبتیں بھی کہی ہیں۔ گذشتہ سال استاذ حازم محمد محفوظ زید مجدہ نے قاہرہ کے ایک ہفت روزہ ''آفاق عربیہ'' میں ایک مضمون امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر ''شیخ المشائخ التصوف الاسلامی و اعظم شعراء المدیح النبوی فی العصر الحدیث'' کے عنوان سے شائع کرایا۔ اس کے رد میں قاہرہ کی ایک شخصیت نے اسی اخبار میں ایک مضمون تحریر کیا۔ جب دکتور حسین مجیب صاحب کو پتہ چلا تو انہوں نے اس کے جواب میں ''مولانا احمد رضا خاں کما عرفتہ'' کے عنوان سے ایک تردیدی مضمون لکھا، جس کے بعد پھر کسی مخالف کو کچھ لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ دکتور مصری صاحب عالم اسلام کی مختلف جامعات میں اعزازی خطاب کے لئے تشریف لے جا چکے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ پاکستان، لاہور اور کراچی کی جامعات میں بھی دو بار تشریف لا چکے ہیں۔ ان کو اب تک مندرجہ ذیل اعزازات سے نوازا جا چکا ہے۔

۱- ۱۹۸۸ء میں صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے تمغۂ امتیاز دیا۔

۲- ۱۹۹۸ء میں جامعہ مرمرہ، ترکی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی سند سے نوازا۔

۳- ۱۹۹۹ء میں حکومت ترکیہ نے تمغۂ اعلیٰ کارکردگی دیا جو علماء کی خدمات پر دیا جاتا ہے۔

۴- ستمبر ۱۹۹۹ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (پاکستان) کی جانب سے جامعہ ازہر شریف، قاہرہ کی ایک تقریب میں امام احمد رضا ریسرچ ایوارڈ (گولڈ میڈل) دیا گیا۔

دکتور حسین مجیب مصری حفظہ اللہ تعالیٰ نے استاد شیخ حازم صاحب کے تعاون سے حدائق بخشش کا مکمل منظوم عربی ترجمہ کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور واقعہ کربلا کے حوالے سے اسلامی ممالک کے مشہور شعراء کا منظوم عربی ترجمہ ''کربلا بین الشعراء الشعوب الاسلامیہ'' کے نام سے مرتب کر رہے ہیں جس میں انہوں نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے برادر اصغر مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ کا کلام بھی شامل کیا ہے۔ (۱)

یہ تھا ایک مختصر خاکہ عالم عرب کی ایک عظیم علمی و ادبی شخصیت کا۔ الحمد للہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان کی

کوششوں سے اب عالم اسلام خصوصاً عالم عرب کی ایسی جامعہ العلوم شخصیات امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے علمی وادبی کارناموں سے متعارف ہورہی ہیں اور علم وفن کی دنیا میں ان کی عظیم خدمات کو خراج تحسین پیش کررہی ہیں۔

نماز ظہر سے فارغ ہوکر ہم باب الشعرانی آئے اور وہاں حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ والرضوان اوران کے شاگرد کے مزار پرانوار پر حاضری دی، یہاں سے امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ یہ ایک مسجد میں واقع ہے جوانہیں کے نام سے نامی موسوم ہے۔ یہ مزار جس جگہ پر ہے اسے قلب قاھرہ کہتے ہیں، اس کے چاروں طرف شہر قاھرہ کا ایک بہت بڑا بازار ہے۔ جہاں ہر قسم کی سبزیاں اور پھل ملتے ہیں۔

یہاں کی حاضری کے بعد ہم قاھرہ کی ایک قدیم اور عظیم مسجد ''مسجد حاکم بامراللہ'' دیکھنے گئے۔ فاطمی خلیفہ حاکم بامراللہ نے یہ مسجد تقریباً ایک ہزار سال قبل تعمیر کی تھی۔ یہ ایک وسیع وعریض رقبہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ مصر کے سابق صدر انور سادات کے زمانے میں اس کی زیبائش وزینت کی گئی اور اس پر کثیر رقم صرف ہوئی۔ وہاں کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ بوھری فرقہ کے سربراہ نے حکومت مصر کو اس مد میں کئی لاکھ ڈالر مہیا کئے اور ان سے یہ درخواست کی کہ چونکہ یہ مسجد ان کے سلاطین کی یادگار ہے لہذا یہ ان کی تحویل میں دیدی جائے صدر انور سادات نے ان کی امداد شکریہ کے ساتھ قبول کرلی لیکن ان کی تحویل میں دینے یا ان کا امام مقرر کرنے سے معذرت کرلی۔ الحمدللہ آج وہاں سنی امام نماز پڑھاتے ہیں۔

بعد ازآں ہم لوگ اپنے ہوٹل واپس آگئے۔ شیخ حازم صاحب نے ہمیں یاددلایا کہ آج (۷رستمبر ۱۹۹۹ء) رات آٹھ بجے ''رابطۃ الأدب الحدیث'' (رابطۂ ادب جدید) کے دفتر میں قاھرہ، مصر کے معروف علمی وادبی شخصیت الاستاذ دکتور محمد عبدالمنعم خفاجی کی زیر صدارت ایک ادبی وشعری نشست کا اہتمام ہے۔ جس میں پاکستان سے آنے والے دونوں مہمانوں (یعنی راقم اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی) کو بھی خصوصی طور سے مدعو کیا گیا ہے، لہذا ہم سب وہاں چلنے کیلئے وقت پر تیار رہیں۔ چنانچہ مقررہ وقت پر ہم لوگ جناب حازم صاحب کی قیادت میں علامہ دکتور خفاجی صاحب کے فلیٹ پر پہنچے، رابطۃ الأدب الحدیث کا دفتر بھی ان ہی کے فلیٹ پر واقع ہے۔ فلیٹ ایک پرانے طرز کی بنی ہوئی (غالباً) ۶ منزلہ عمارت کی چوتھی منزل پر تھا۔ اس میں کوئی لفٹ نہیں تھی۔ ہمیں سیڑھیوں سے چڑھنا پڑا۔ ہمارے ساتھ جامعہ ازھر میں مقیم کچھ پاکستانی اور بنگلہ دیشی طلباء بھی تھی جن کے اسمائے گرامی راقم کو یاد رہ گئے وہ یہ ہیں:

۱- مولانا قاری فیاض الحسن صاحب
۲- مولانا ثناءاللہ صاحب
۳- حافظ منیر صاحب
۴- مولانا شہباز صاحب اور بنگلہ دیشی طالب علم غالباً
۵- مولانا جسیم الدین صاب چاٹگامی، وغیرھم

علامہ دکتور محمد عبدالمنعم خفاجی مدظلہ العالی کی عمر شریف اس وقت تقریباً ۸۵/ برس کی ہے۔ مصر کے بڑے بڑے باکمال ادیب اور شاعر ان کے شاگرد ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ جامعہ ازھر کے شعبۂ ''الدراسات الاسلامیۃ'' میں بحیثیت استاد اور ''کلیۃ اللغۃ العربیۃ'' کے ڈین (عمید الکلیہ) رہ چکے ہیں اور آج کل جامعہ ازھر میں ''المجمع اللغوی'' کے رکن عظیم اور ''رابطۃ الأدب الحدیث'' کے صدر نشیں ہیں۔ وہ متعدد کتب کے مصنف اور قاھرہ کے معروف صاحب دیوان شاعر ہیں۔ (بقیہ آئندہ)

ڈ دکتور محمد عبدالمنعم خفاجی
ں کا اہتمام ہے جس میں
ں (یعنی راقم اور علامہ
موصی طور سے مدعو کیا گیا
تیار رہیں۔ چنانچہ مقررہ
قیادت میں علامہ دکتور
دب الحدیث کا دفتر بھی
، پرانے طرز کی بنی ہوئی
۔اس میں کوئی لفٹ نہیں
ے ساتھ جامعہ ازھر میں
ں جن کے اسمائے گرامی

ب

ریشی طالب علم غالبًا
کامی، وغیرھم
مدظلہ العالی کی عمر شریف
کے بڑے بڑے باکمال
فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ
میہ" میں بحیثیت استاد اور
لمیہ) رہ چکے ہیں اور آج
لن عظیم اور "رابطۃ الأ دب
تب کے مصنف اور قاہرہ
بقیہ آئندہ)

کتبِ نو

نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں

(سید محمد خالد قادری)

"الدعوۃ کو دعوت صدق وانصاف"

از......علامہ ابوداؤد محمد صادق رضوی

صفحات......48 ہدیہ......=/15روپیہ

ناشر......مکتبہ رضائے مصطفیٰ، چوک دارالسلام گوجرانوالہ

"قادیان تھانہ بھون میں"

از......مولوی ظفر علی خاں/ علامہ ابوداؤد محمد صادق رضوی

صفحات......16 ہدیہ......درج نہیں

ناشر......مکتبہ رضائے مصطفیٰ، چوک دارالسلام گوجرانوالہ

"الشیخ عبدالقادر الجیلانی" (عربی)

تالیف......الدکتور عبد الرزاق الکیلانی

الورق......٣٤٤ هدیه......لامعارف

الناشر......حزب القادریه، ٢٢٢ بلاك جی كلشن راوی لاهور

"حکیم اہل سنت اور تحریک پاکستان"

مؤلف......جلال الدین ڈیروی

صفحا......112 (آفسٹ پیپر، رنگین سرورق)

ہدیہ......دعائے خیر

ناشر......دارالفیض گنج بخش، ۵۵-ریلوے روڈ، لاہور

"مجلہ امام احمد رضا کانفرنس اسلام آباد ۲۰۰۰ء"

(پیغامات ومقالات)

پیش کش......کے ایم زاهد ہدیہ......=/25روپیہ

ناشر......ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان

"کنزالایمان کی عرب دنیا میں پذیرائی"

از......صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

صفحات......16 ہدیہ......=/6روپیہ

ناشر......ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان

"تذکرہ مسعود ملت"

مرتب......محمد عبدالستار طاہر مسعودی

صفحات......504 (آفسٹ پیپر جلد آرٹ کارڈ)

ہدیہ......=/150روپیہ

ناشر......رضا دارالاشاعت ۲۵-نشتر روڈ، لاہور

"عقیدہ تحفظ ختم نبوۃ اور امام احمد رضا"

از......صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

صفحات......24 ہدیہ......=/10روپیہ

ناشر......ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان

"آؤ عید ملیں"

از......مولانا سرفراز احمد اختر القادری

صفحات......16 ہدیہ......=/5روپیہ

ناشر......اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 5.B.2 ناتھ کراچی

"فلسفۂ عید"

از......ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

صفحات......16 ہدیہ......=/5 روپیہ

ناشر......اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 5.B.2 ناتھ کراچی

"تكريم ثلاثة من علماء مصر الازهر"

از......شيخ الحديث محمد عبدالحكيم شرف قادری

الورق......٤٨ هديه......١٥ روفيا رونيا

الناشر......ادارهٔ تحقيقات امام احمد رضا باكستان

مرتبہ:شیخ ذیشان احمد قادری

علامہ عبدالحکیم شرف قادری (لاہور) آپ کا ۸راکتوبر کا تحریر کردہ مکتوب گرامی موصول ہوا، فقیر ۹ رنومبر کو ہندوستان سے لاہور پہنچا، فالحمدللہ تعالیٰ علی ذٰلک۔ مطالع المرات کے ترجمہ کی پسندیدگی کا شکریہ! اللہ کی بارگاہ میں قوی امید ہے کہ دلائل الخیرات شریف پڑھنے والے حضرات کی دعائیں فقیر کے حق میں مقبول ہوں گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

عزیزم ممتاز احمد سدیدی سلمہ اللہ تعالیٰ کو راقم نے اردو ترجمہ کے لئے کہا تھا امید ہے کہ ترجمہ کردیں گے، دراصل گولڈ میڈل کی تقریب کی روئداد مرتب کرنے، پھر کمپوزنگ کے بعد پروف ریڈنگ پر خاصا وقت صرف ہوگیا۔ انہوں نے ''الزمزمۃ القمریۃ'' کا عربی ترجمہ مکمل کرلیا تھا، پھر مولانا محمد نذیر صاحب نے اس کی بہت حد تک تخریج کی، فقیرزادہ کا خیال یہ تھا کہ اسے قاھرہ میں کمپوز کروایا جائے، اس لئے وہ ترجمہ ساتھ لے گئے۔ ارادہ تو کراچی سے قاھرہ جانے کا تھا، لیکن انہیں ایک ساتھی مل گئے جو رفیق سفر تھے، اس لئے اسلام آباد سے براستہ کویت پروگرام بن گیا۔

جناب ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کا حال میں مکتوب موصول ہوا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ''حدائق بخشش'' کا ترجمہ مکمل ہونے والا ہے یہ اطلاع آپ کے مکتوب گرامی ہی سے ملی ہے کہ جناب حاجی محمد رفیق صاحب نے انہیں اشاعت کے لئے رقم بھجوادی ہے۔ فالحمدللہ تعالیٰ

رامپور میں مولانا محمد اسحاق صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے رد قادیانیت کے سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ایک رسالہ کا عربی ترجمہ مجھے دیا ہے۔ نیز انہوں نے ''اندھیرے سے اجالے تک'' کا عربی ترجمہ بھی دکھایا اور وعدہ کیا کہ نظر ثانی کے بعد آپ کو بھجوادوں گا۔

مارہرہ شریف میں حضرت امین ملت سید محمد امین میاں برکاتی دامت برکاتہم العالیہ نے عرس قاسمی کی تقریب میں اس فقر کو خلافت عطا فرمائی اور دستار بندی کی۔ دعا فرمائیں مولائے کریم مجھے اس کا اہل بنادے۔

مبارکپور میں نودن قیام رہا، مجلس البرکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی طرف سے درس نظامی کی کتب اہل سنت کے حواشی کے ساتھ شائع کرنے کے سلسلے میں علامہ محمد احمد مصباحی اور دیگر علماء کے ساتھ میٹنگ ہوتی رہی، طے یہ پایا کہ پچیس تیس کتب تو فوری طور پر شائع کردی جائیں باقی ماندہ کتب پر حواشی لکھوائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

مٹیا محل دہلی میں پہلے اہل سنت کے چار کتب خانے تھے، اب بحمدہ تعالیٰ سات ہوچکے ہیں کئی دیوبندیوں کے ادارے کنزالایمان اور اہل سنت کی کتابیں شائع کررہے ہیں۔

حضرت پروفیسر صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں السلام علیکم پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری صاحب جناب عبداللطیف قادری صاحب اور دیگر احباب ادارہ کی خدمت میں سلام مسنون

مولانا ملک الظفر سہسرامی (مدیر، سہ ماہی الکوثر، سہسرام انڈیا) ڈاکٹر اقبال صاحب کے ذریعہ آپ کی علالت کی خبر ملی تھی خدا کرے اب آپ خیریت سے ہوں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے حوالے سے ادارہ الکوثر ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے جارہا ہے اب تک پاک و ہند سے تیس مقالات آچکے ہیں اس سلسلے میں حضرت بلند مرتبت صاحبزادہ ڈاکٹر مختار الدین آرزو سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہمارے دست و بازو ہیں۔ اگر آپ حضرات بھی مقالات تحریر کرنے کی زحمت گوارہ فرماتے تو ادارہ آپ کا شکر گزار رہتا۔

محمد عطاء الرحمن، میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے ایجوکیشن کے شعبہ میں صدرالشریعۃ مولانا امجد علی اعظمی کی تعلیمی خدمات کے موضوع پر مقالہ لکھ رہا ہوں متعلقہ حضرات اور اہل علم مندرجہ ذیل پتے پر معلومات بھیج کر شکریہ کا موقع دیں۔ A-221 الجنت ٹاؤن پی او ٹھوکر نیاز بیگ رائیونڈ روڈ، لاہور